تخت نشین بلی

اکرم الہ آبادی

جاسوسی دائرہ سیریز

تخت نشین بلّی

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

پراسرار ہدایت

''بلا تکلف شوق فرمایے، سب آپ ہی کا ہے۔''

''ارے بھئی، یہ شرم کیسی، کھایے نا، واللہ آپ بھی بس کمال کرتے ہیں۔''

''اونہوں... آپ کو لکھنؤ کی ہوا تو نہیں لگی ہے، کچھ تو اور لیجیے نا، ایسی بھی کیا جھجک۔''

''میڈم، آپ تو تکلف کر رہی ہیں، بھلا یہ بھی تو آپ کا گھر ہے۔ دیکھیے، قسم ہے آپ کو ہماری بھی اور خان صاحب کی بھی۔''

''بالے۔'' اندر سے خان کی آواز آئی اور وہ چونک پڑا۔

''ذرا دو منٹ انتظار فرمایے، کوئی صاحب مجھ سے ملنے آئے ہیں، میں بس ابھی آیا۔'' یہ کہتا ہوا وہ اچھلتے قدم رکھتا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔

''کون ہے باہر؟'' خان نے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''مہمان آئے ہوئے ہیں ان کی خاطر کر رہا تھا۔''

''کون ہیں؟''

''دونوں جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''کیا بے ہودگی ہے یہ؟ کیا اس گھر کو بھی ہوٹل سمجھ رکھا ہے تم نے؟'' خان جھنجلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں بالے اپنی دوست لڑکیوں اور ان کے رشتے داروں کو نہ اٹھا لایا ہو۔

''اب کوئی زبردستی آجائے تو میں کیا کروں؟'' بالے نے معصومیت کا اظہار کیا۔

''بلا سے تمہاری بے عزت ہو۔ میں انھیں یہاں سے بھگا دوں گا۔ ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس کے بنگلے کو تفریح گاہ نہیں بنایا جا سکتا۔ لوگوں کی نظریں ہمارے کردار پر بھی

Akram Allahabadi

رہتی ہیں۔'' خان بڑبڑاتا ہوا ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا۔ بالے نے اپنا منہ بند کیے پیچھے پیچھے تھا۔ برآمدے میں آتے ہی خان چونک پڑا۔ اس کی کیفیت کچھ عجب سی ہوگئی۔

برآمدے میں بید کی تین کرسیوں پر خان کے دو کتے اور پڑوس والی ایک کتیا آرام سے بیٹھے ٹیبل پر پلیٹوں میں رکھی ہوئی مچھلیاں کھا رہے تھے۔

''معزز مہمانو، تکلف نہ فرمایے گا۔ یہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا بنگلا ہے۔'' بالے نے کتوں کے قریب جا کر کسی قدر جھک کر کہا۔

''غررررر...خپ...'' خان کے بلڈ ہاؤنڈ نے اسے ڈانٹ دیا۔ خان کی بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔

''ابے واہ، سالے رہے کتے کے کتے۔ چلو اترو، بھاگو یہاں سے۔'' اس نے ایک ساتھ تینوں کی کرسیاں الٹ دیں۔

''یہ کیا پاگل پن تھا آخر؟'' خان نے دوبارہ سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''خیراتی فنڈ سے کھانا کھلا رہا تھا غریبوں کو۔ صبح صبح مجھے بشارت ہوئی تھی کہ آج کوئی تازہ مصیبت نازل ہونے والی ہے۔''

''بشارت تو کیا ہوئی ہوگی، بشارت علی خاں ہوئے ہوں گے۔''

''میرا تو دل ڈر رہا ہے کہ آج پھر کوئی بڑا کیس نازل ہونے والا ہے۔''

''خدا تمہاری زبان میں تالا دے۔''

''اور کنجی آپ کو دے دے۔ غالباً یہی سوچا ہوگا آپ نے؟''

''میسجر آیا ہے، صاحب۔'' غلام رسول نے اچانک آ کر کہا۔

''کون ہے؟ بلا وادھر۔'' خان ایک بید کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

غلام رسول نے جانے کے بعد ہی فولادی ٹوپی والا پولیس کا خصوصی پیغام رساں سامنے آ کر اٹینشن ہوگیا۔ اس نے اپنا چمڑے کا بیگ نکال کر اس میں سے سرخ سرکاری مہروں

والا ایک لفافہ نکال کر خان کی طرف بڑھا دیا۔

خان اس پر PI/SC کی مہر دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ کاغذات انتہائی پوشیدہ سرکاری نوعیت رکھتے ہیں۔اس نے میسنجر کی ہینڈ بک پر دستخط کر دیے اور وہ سلام کر کے رخصت ہو گیا۔

''مجھے اپنی پیشین گوئی سچ ہوتی نظر آ رہی ہے۔'' بالے لفافے کو گھور کر بولا۔

''خدا خیر کرے، معاملہ پریا رٹی ون اور اسٹر کلی کانفیڈنشل ہے۔''

''کیا آپ ہندوستانی بولنا بھول گئے ہیں؟''

''فوری کاروائی کے لیے اور انتہائی صیغۂ راز کا، بس۔'' خان نے موڈ میں آ کر اسے منہ چڑا کر کہا۔

''آج آپ کا فوٹو لینے کو جی چاہتا ہے۔''

''کیوں؟''

''آج سے پہلے کبھی آپ اس بچگانہ موڈ میں نظر نہیں آئے تھے۔''

''سنجیدہ ہو جاؤ۔ میں اس مصیبت کو کھول رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر خان نے لفافہ چاک کر ڈالا۔

اندر نئی دہلی سے براہِ راست آنے والا انتہائی صیغۂ راز کی سرخی والا ایک سرکاری ہدایت نامہ تھا، جس میں لکھا تھا۔

'مرکزی حکومت نے حکومت بمبئی سے آپ کی خدمات براہِ راست طور پر مستعار لے لی ہیں۔ایک اہم ترین ذمے داری آپ کے سپرد کی جا رہی ہے۔جس کی تکمیل اور راز داری آپ کو ہر قیمت پر کرنی ہو گی۔آپ اس سلسلے میں صرف اپنے ان مخصوص اٹینشن کو (حسبِ ضرورت) ساتھ لے سکتے ہیں جن پر آپ کو پورا پورا بھروسا ہو۔ذیل کے پتے پر امورِ خارجہ کے شعبہ تعلقات خصوصی کے ڈائرکٹر سے جس قدر جلد ممکن ہو ملیے۔'

Akram Allahabadi

پتا: فقط

این کے مزمدار پی.سی. مدھولکر

ایر لائنز ہوٹل، چرچ گیٹ، بمبئی۔ ڈپٹی ڈائرکٹر آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو

''بھئی، مصیبت تو کوئی بڑی ہی معلوم ہوتی ہے۔'' خان نے لفافہ اور خط دونوں جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

جلد از جلد کا مطلب شام کو ملیں گے اطمینان سے، ابھی سے کیوں فکر کریں۔'' بالے نے بید کی کرسی پر نیم دراز پڑے پڑے کہا۔

''تم جیسے کاہلوں کو تو کسی مرگھٹ کا چوکی دار ہونا چاہیے تھا۔''

''قسم وغیرہ وغیرہ کی بڑا مزہ آتا، ایسی ایسی حسین روحوں سے ملاقات ہوتی ہے کہ...''

''گاڑی نکالو۔'' خان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

''مابدولت قوم کے ڈرائیور نہیں ہیں۔''

''صبح صبح شامت آرہی ہے تمہاری؟'' خان پلٹا۔

''خوش آمدید، مائی ڈیر شامت۔'' وہ بول تو اٹھا، لیکن اس سے پہلے کہ خان کا موڈ بگڑے، برآمدے سے نکل کر باہر گیرج کی طرف چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

سپرنٹنڈنٹ خان ایک گھنٹے بعد ہی لوٹ آیا۔ بالے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اپنی موٹر سائیکل کی صفائی کرانے کے بعد باہر نکلنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ خان کی کار کے رکنے نے اسے چونکا دیا۔ وہ سمجھا تھا کہ جب اتنا صیغہ راز کا سرکاری کام ہے جس کے لیے اس

جیسے معتمد خاص کو بھی ساتھ نہیں لیا گیا تو یقیناً خان کی غیر حاضری لمبی ہوگی۔

"آپ یقیناً ایک وقت میں بہت سے کام کرنا چاہتے ہیں۔" خان کو ایک دو فٹ کا چوکور اور جالی دار صندوقچہ بغل میں دبائے دیکھ کر وہ دروازے پر ہی اسے تھامتے ہوئے بولا۔

"مثلاً؟" خان نے پوچھا۔

"مثلاً یہ کہ اتنی جلدی گھر واپس آجانا۔"

"کار میں ایک ڈلیہ رکھی ہے بید کی بنی ہوئی اسے احتیاط کے ساتھ نکال کر لاؤ۔"

خان نے ہدایت کی۔ اور بالے جا کر بید کی بنی ہوئی خالی ڈلیہ نکال لیا۔

وہ یہ دیکھ کر حیران بھی تھا کہ اس بید کی ڈلیہ میں کسی ننھے بچے کے بیٹھنے کے لیے بچھائے جانے والے چھوٹے چھوٹے نرم نرم ریشمی گدے بھی بچھے ہوئے تھے۔

"شاید کھانا وغیرہ کھانے کے بعد آپ اس ڈلیہ میں قیلولہ فرمایا کریں گے؟" بالے اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"لایا تو تمہارے ہی لیے ہوں، اگر تمہیں پسند نہیں تو کسی اور کے کام آجائے گی۔" خان نے جواب دیا۔

"شاید مستقبل میں واقع ہونے والے خاندان زادوں کے لیے؟" یہ کہتے ہوئے بالے نے اس ڈلیہ کو تپائی پر رکھ دیا اور خان نے وہ بکس اسی تپائی کے پاس ایک کرسی پر بڑی آہستگی اور احتیاط سے رکھ دیا۔ پھر وہ کوٹ کے بٹن کھولتا ہوا ایک دوسری کرسی قریب کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"یہ کسی مداری کا پٹارہ تو نہیں لے آئے آپ؟"

"دیکھتے جاؤ، کیا نکلتا ہے اس میں سے۔"

لیکن اسی وقت میاؤں کی ایک باریک سی آواز نے بالے کو چونکا دیا۔

"شاید کسی پڑوسی کی بلی گھس آئی ہے۔" وہ خود ہی بڑبڑایا۔

Akram Allahabadi

''بلی...؟ یہ ایک شہزادی کی آواز تھی۔'' خان نے آنکھیں مچکا کر کہا۔

''شہزادی کی؟'' بالے نے دہرایا۔ ''یہ کون سی قسم ہے مذاق فرمانے کی؟''

''شاید تمہیں معلوم نہیں کہ اس جالی دار صندوقچے میں کون بند ہے۔''

''کون؟''

''ایک انتہائی پراسرار شخصیت۔''

''شخصیت اور اس صندوقچے میں؟'' بالے نے بتیسی نکال دی۔ ''آپ مجھے بڑی سنجیدگی سے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''تو گویا آپ کو اپنی حماقت مآبی کا اس قدر احساس ہے۔''

''آپ کو پولیس کمشنر کی قسم ہے، سچ سچ بتایئے کہ اس میں کیا ہے؟''

''اگر میں کہوں کہ اس میں ایک سلطنت کا ولی عہد بند ہے تو؟''

''تو میں خودکشی کر لوں گا۔''

''پھر لٹکا لو گلے میں پھندا، میں اسے کھولتا ہوں۔''

''ٹھہریے، آپ جادو سیکھ کر تو نہیں آئے ہیں کہیں؟''

''میاؤں۔'' پھر ایک باریک سی آواز سنائی دی۔

''میں کہتا ہوں کوئی بلی گھس آئی ہے گھر میں۔''

''اگر آ بھی گئی ہے تو وحشت کیا ہے تمہیں؟''

''مجھے بلیوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ ان میں اور کنجی آنکھوں والی خوب صورت لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس نے ہاتھ پھیرا، دُم اٹھالی۔''

''کوئی تلخ تجربہ ہوا ہے شاید۔'' خان بکس کھولتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہوا تھا، مگر بعد میں میں نے شکر پھانک لی تھی۔''

''میاؤں'' پھر ایک باریک سی آواز نے مداخلت کی۔

Akram Allahabadi

''معلوم ہوتا ہے کہ اس کمرے میں کسی بلی کی روح آ گئی ہے۔'' بالے ادھر ادھر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

مگر اتنی دیر میں خان نے بکس کھول دیا تھا۔ یہ بکس اس ترتیب سے بنایا گیا تھا کہ اس کے ایک سرے پر لگے ہوئے سنہری کندوں کو گھمانے سے اس کے چاروں پٹ کھل کر نیچے آجاتے تھے اور اس کا کور پچھلے حصے کے ساتھ پیوست رہتا تھا۔ بالے کی نظر جیسے ہی اس بکس کی طرف گئی، وہ تقریباً اچھل پڑا۔

''یہ... یعنی کہ یہ... بب... بلی...'' وہ اٹکتے اٹکتے بولا۔ مگر خان نے اس کی حیرت پر توجہ ہی نہیں دی۔ وہ اس وقت بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس بلی کے ساتھ اٹینشن کھڑا تھا، جیسے وہ کوئی بہت بڑی سرکاری عہدیدار یا کوئی شہزادی یا کوئی واجب الاحترام ہستی ہو۔ بلی سنہرے رنگ کی اور بڑے بڑے بالوں والی تھی۔ اس کی آنکھیں زردی مائل سبز گول اور چمکیلی تھیں۔ وہ گیند کی طرح نظر آ رہی تھی۔ کھلے پٹ والے صندوق کے بیچ و بیچ میں وہ سیدھی بیٹھی خان کو ایک ٹک گھور رہی تھی اور بالے کبھی نیچے سے اوپر تک خان کو دیکھتا کبھی اس بلی کو۔ بلی کے گلے میں ایک خوب صورت جڑاؤ پٹہ پڑا تھا، جس میں باریک سنہرے سونے کی زنجیر لٹک رہی تھی۔

''یہ کیا مذاق ہے؟'' وہ کچھ نہ سمجھ کر بڑبڑایا۔ لیکن خان نے اس کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اسے کہنی مار کر کہا۔

''ہر ہائی نس کو سلیوٹ کرو، احمق۔''

''وہاٹ...؟'' بالے حلق کے بل چیخا۔ ''اس بلی کو؟''

''الو، یہ واجب الاحترام بلی جزیرہ لامدوس کی ولی عہد ہے... اٹینشن ہو جاؤ فوراً۔'' بالے کو توقع کے خلاف اس وقت بھی خان کا لہجہ قطعی سنجیدہ تھا۔

''وَ وَ... ولی... عہد...'' بالے حلق میں تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ ''آپ کوئی خطرناک مذاق فرمانے کے موڈ میں ہیں شاید؟'' بالے کی سمجھ میں نہیں آیا۔

Akram Allahabadi

''سلام کرو، جلدی، ورنہ میں تمہاری گردن دبا دوں گا۔'' خان نے اسے گھورا۔

''یا خدا، رحم کر اس معصوم سپرنٹنڈنٹ پولیس پر ...ابھی تو گرمی کا موسم بھی نہیں کہ دماغ پر اسی کا اثر ہو گیا ہو۔'' بالے دعائیں مانگنے لگا۔

''تم نے سنا کہ نہیں؟'' خان نے اسے ڈانٹا۔ ''ہر ہائی نس کو ناگوار گزرے گا، جلدی سلام کرو، مردود۔'' اس بار بھی خان کی تنبیہہ سنجیدگی لیے ہوئے تھی۔ بالے کے قدم دروازے کی طرف اٹھنے لگے۔

''کہاں چلے؟'' خان نے اسے بازو سے تھام لیا۔

''ڈاکٹر کو فون کرنے۔''

''تم سمجھتے ہو میرے دماغ میں کوئی فتور ہو گیا ہے۔ برخوردار، میں بالکل صحیح الدماغ ہوں، ہر ہائی نس اب والئی تخت لامدوس ہیں اور ہمارے ملک اور لامدوس میں معاہدۂ دوستی کی بنیاد پر ہم پر ان کا احترام فرض ہے۔'' خان نے اسے پھر سنجیدگی سے سمجھایا۔

''بڑا خطرناک موڈ پیدا کیا ہے آج آپ نے۔'' بالے کو پھر بھی یقین نہیں آیا۔

''تم میرے ماتحت ہو کہ نہیں؟'' خان نے اس سے ڈانٹ کر کہا۔

''بے شک ہوں۔'' بالے نے سنجیدگی سے کہا۔

''میرا حکم ماننا تمہارا فرض ہے کہ نہیں؟''

''دریں چہ شک۔''

''تو پھر سلام کرو اس واجب الاحترام بلی کو، ہم جس کے محافظ مقرر کیے گئے ہیں۔''

''تو کیا ہم...؟'' بالے نے کہنا چاہا۔

''سلام کرو۔'' خان نے اسے ڈانٹا اور بالے بڑا عجیب سا منہ بنا کر اس بلی کے سامنے اٹینشن ہو گیا۔

''معذرت طلب کرو، ورنہ میں تمہارا بھیجا نکال دوں گا۔'' خان نے دوبارہ حکم دیا۔

Akram Allahabadi

''یورہائی نس بلی...''بالے نے حلق میں پھنسی آواز کے ساتھ کہنا شروع کیا۔

''یورہائی نس بلی صاحبہ یا میڈم بلی کہو۔''خان نے پھر اسے تنبیہہ کی

''یورہائی نس میڈم بلی، خادم اول نمبر کا الوکا پٹھا ہے جو آپ کے حضور میں کورنش بجا لاتا ہے۔''بالے نے جلتے ہوئے الفاظ ادا کیے۔

''میاؤں...''بلی نے آنکھیں میچ کر باریک سی آواز نکالی۔

''کیا فرمایا حضور نے؟''بالے نے اب خود موڈبدل کر بلی سے کہا۔

''میاؤں۔''بلی خان کی طرف دیکھ کر دوبارہ بولی۔

''ہر ہائی نس شاید مجھ بدنصیب سے خفا ہو گئی ہیں۔آپ ہی سفارش فرما دیجیے۔'' بالے خان سے بولا۔

''وہ فرماتی ہیں کہ تمہارا اسسٹنٹ ڈسپلن کے معاملے میں بالکل گدھا واقع ہوا ہے۔''خان نے جواب دیا۔

''سچ ارشاد فرمایا آپ نے، شہزادی آم جوش۔''بالے نے منہ ٹیڑھا کر کے بظاہر مؤدب انداز میں بلی سے کہا۔

''لامدوس کہو، نالائق۔ہر ہائی نس سے مذاق فرمانے کی جرأت کرنے والے کو لامدوس میں سولی پر چڑھا دیا جاتا ہے۔''خان نے پھر اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں اسے ڈانٹ سنائی۔

''او گاڈ، اللہ، ایشور... بھائی کا بھیجہ درست فرما دے ورنہ بہت سے نامعقول یتیم ہو جائیں گے۔''بالے پھر چھت کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگا۔

''می...آؤں...''شہری بلی کی باریک آواز پھر کمرے میں گونجی۔

''یورہائی نس، یہ مسخرا ہندوستانی زبان میں آپ کے لیے دعائے درازیٔ عمر و اقبال کر رہا ہے۔''خان بلی کی طرف رخ کر کے بولا۔اور پھر بالے کی طرف پلٹ کر اس نے

تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ولی عہد لامدوس کے لیے فرائی کی ہوئی مچھلیاں حاضر کرو۔''

''مم... میں داروغہ کا باورچی خانہ... آئی ایم ساری... باورچی خانے کا داروغہ نہیں ہوں۔'' بالے جھنجلا گیا۔

''آرڈر۔'' خان نے پیر پٹکا، اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

''یا خدا، رحم کر اس سپرنٹنڈنٹ پولیس پر۔'' بالے یہ کہہ کر دروازے تک جا پہنچا۔

''یور ہائی نس، یہ آدمی ذرا سنکی واقع ہوا ہے، برا نہ مانیے گا اس کی حماقتوں کا۔'' خان پھر بلی سے بولا۔ بالے اب برداشت نہ کر سکا۔ وہ تیزی سے کمرے کے باہر نکل گیا اور اس نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ گھبرایا ہوا سا برآمدے سے ہوتا خان کے ڈرائنگ روم کی طرف جا ہی رہا تھا کہ اسرار اور ابراہیم ایک ساتھ آ پہنچے۔ وہ بالے کو اس گھبرائی ہوئی کیفیت میں دیکھ کر خود بھی فکرمند ہو گئے۔ خدا جانے کیا بات ہوئی۔

''کیا بات ہے، بھئی سارجنٹ؟'' اسرار نے سنجیدگی سے بالے کو ٹوکا۔

''دنیا کی سب سے عجیب بات ہے۔ آج میرا تو دماغ خراب ہوا جا رہا ہے۔'' وہ انھیں جواب دیتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

''کچھ کہو گے بھی آخر؟'' اسرار نے جھنجلا کر پوچھا۔

''کچھ...؟ ارے کچھ نہیں بہت کچھ ہے، اسرار بھائی۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے سرگوشی کا لہجہ اختیار کر لیا۔ ''خان صاحب کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' اس نے بہت آہستہ سے کہا۔

''شوت؟ یہ کون سا مذاق ہے؟ دماغ خراب ہو تمہارا، ان کا کیوں ہونے لگا؟'' اسرار نے اسی کو جھاڑ سنائی۔

''ابے واہ، اخروٹ۔ سیدھی کہو تو الٹی، الٹی کہو تو سیدھی۔'' یہ کہتے ہوئے بالے نے

فون کا رسیور اٹھالیا اور ڈائل گھمانے لگا۔ پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔اسرار اور ابراہیم نے گھوم کر دیکھا۔خان دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''کیوں بے،الو؟ یہ کیا ہنگامہ کھڑا برپا کر رکھا ہے؟''خان نے اسے پھر سنجیدگی سے ڈانٹا۔

''مم...میں...ڈاکٹر کو...اسرار بھائی، دور ہٹ جاؤ۔آج صاحب پر کچھ سوار ہو گیا ہے۔''وہ فون چھوڑ کر دوسرے دروازے کی طرف کھسکنے لگا،مگر خان نے جھپٹ کر اس کی گردن تھام لی۔

''باپ رہے...انا للہ وانا الیہ راجعون...لا الٰہ الا اللہ...اسرار بھائی،میرے بیوی بچے۔تم پرورش کرنا ان کی۔ہو...آہ...''اور بالے کا جیسے دم گھٹنے لگا ہو۔مگر خان نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے اس کی گردن چھوڑ دی۔وہ صوفے پر جا گرا۔

اس وقت اسرار اور ابراہیم بھی اس سنجیدہ ڈرامے پر حیران و ششدر کھڑے تھے اور بالے اب تک سہما ہوا تھا۔وہ موقع پا کر جست کر کے دروازے کی طرف بھاگا۔خان پھر اس کے پیچھے دوڑا۔دروازے پر اسرار آ کھڑا ہوا،مگر قطعی حیران۔بالے خان کی گرفت سے بچنے کے لیے سارے کمرے میں ناچنے لگا۔

''بیٹھ جاؤ...ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''خان نے ایک جگہ ٹھہر کر کہا۔

''دیکھیے آپ...آپ خون...''بالے خان کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر سہم گیا۔

''چپ رہو۔''خان نے پھر اسے ڈانٹا۔

''میں چپ ہوں،مگر یہ پستول؟''اس نے خان کے پستول کی طرف اشارہ کیا اور خان نے اس کے قریب پہنچ کر اس کا بازو تھام لیا۔دوسرے ہاتھ سے پستول جیب میں ڈالتے ہوئے پھر وہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا اور بالے سہما ہوا اس کی شکل تکتا رہا،اسرار اور ابراہیم پتھر کے بت بنے کھڑے تھے۔

Akram Allahabadi

''یہ سور دیر سے مجھے پریشان کر رہا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر یقین کرنے کے بجائے مجھی کو پاگل سمجھ بیٹھا ہے۔'' خان نے اب اسرار اور ابراہیم کو مخاطب کیا۔

''یعنی کہ... آپ... آپ باتیں ہی کر رہے ہیں۔'' بالے نے پھر بولنے کی جرأت کی۔

''بات کو سمجھنے کی کوشش بھی تو کیا کرو۔ میں نے جو کہا ہے، ٹھیک کہا ہے۔

''ٹھیک... کہا ہے... اب بھی؟'' بالے کی آنکھیں پھر پھیل گئیں۔

''ہاں، برخوردار۔ دراصل حکومت ہند سے ہمیں صرف اسی قدر بہت خفیہ ہدایت کی گئی ہے کہ ہمن اس واجب الاحترام بلی کو پورے آرام اور حفاظت سے جزیرہ لامدوس کے بڑے کاہن اوبار کے پاس پہنچا دیں۔ کیا تم نے صبح کو وہ ہدایت نامہ نہیں دیکھا جس میں مجھے مسٹر مزمدار سے ملنے کی ہدایت کی گئی تھی؟'' خان نے خود بالے سے پوچھا۔ جواب میں بالے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو بس۔ مسٹر مزمدار نے مجھے صرف یہی سرکاری امانت سپرد کی ہے جس کے ساتھ ایک سربمہر وصیت نامہ ہے جو لامدوس میں کھولا جائے گا اور ایک آدمی کا پتا اور فوٹو ہے جو ہمیں کلکتے میں ملے گا اور لامدوس میں ہماری رہنمائی کرے گا۔'' خان نے سنجیدگی سے انھیں سمجھایا۔

''مگر یہ آپ کی واجب الاحترام بلی؟'' بالے نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

''والئی لامدوس ہندوستان کے دوست تھے۔ چار دن قبل نئی دہلی میں گردے کے آپریشن کے دوران ان کا انتقال ہو گیا ہے، مگر یہ خبر سرکاری طور پر اس وقت تک بڑی سختی سے دبا کر رکھی گئی ہے جب تک کہ حکومت ہند کے حوالے کی گئی ان کی وصیت کے مطابق ان کی اس نام زد ولی عہد شہزادی بلی کو لامدوس کے بڑے کاہن تک نہ پہنچا دیا جائے۔'' خان نے کہا۔

''کیا دنیا میں اب بھی کسی جگہ طلسم ہوش ربا موجود ہے؟''

''بعض واقعات و حالات بڑے پراسرار لیکن بڑے معنی خیز ہوتے ہیں۔'' خان

نے کہا۔

''تو کیا صرف یہی وہ کام ہے جس کے لیے وہ خصوصی طور پر انتہائی صیغۂ راز کا خط آپ کو ملا ہے؟'' بالے نے تعجب زدہ لہجے میں پوچھا۔

''بالکل یہی۔''

''مگر یہ بلی کون ہے؟ کیوں اس کی حفاظت کے لیے آپ جیسے سراغ رساں افسر کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، یہ سب آپ کو معلوم نہیں کیا؟''

''نہیں، صرف اسی قدر بتایا گیا ہے کہ میں انتہائی رازدارانہ طریقے پر اس امانت کو اپنی حفاظت میں لامدوس پہنچا دوں اور اس سلسلے میں مجھے صرف اپنے چیدہ معتمدوں کو ساتھ لینے کی اجازت دی گئی ہے۔'' خان نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''یہ تو کوئی بالکل ہی عجیب چیز معلوم ہوتی ہے۔'' اسرار نے بھی حیرت زدہ تبصرہ کیا۔

''ہاں، لیکن ایک لفظ بھی اس سلسلے میں کہیں تم لوگوں کے منہ سے نکلنا نہ چاہیے، ہم کیوں اور کہاں جا رہے ہیں، یہ تم اپنے گھر کے لوگوں بھی نہیں بتاؤ گے۔''

''تب تو بڑا خطرناک معاملہ معلوم ہوتا ہے۔''

''خطرناک نہ ہوتا تو ہم لوگوں کے سپرد کیا جاتا؟ اور ویسے اس قسم کے سرکاری راز کے پھوٹ جانے سے اگر کوئی شدید خطرہ نہ بھی لاحق ہو تب بھی ہمیں حکومت کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔'' خان نے انھیں سمجھایا۔

''کیا حکومت کسی اور طریقے سے ان بلی صاحبہ کو لامدوس نہیں پہنچا سکتی تھی؟''

''واقعی والئی لامدوس کی موت سے پہلے کی ہوئی اس قسم کی وصیت سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہماری حکومت بہر صورت اپنے معاہدۂ دوستی کی تحت شاہ لامدوس کی اس وصیت اور اس امانت کو لامدوس تک صحیح ہاتھوں میں پہنچانے کی ذمے دار ہے۔ باقی معاملات کیا ہیں، یا سرزمین لامدوس پر اس مقدس بلی کی حیثیت یا اس سے متعلق راز ہائے

Akram Allahabadi

سر بستہ کیا ہوں گے، یہ دیکھا ہے۔''

''مگر مجھے آپ کی اس محترم بلی سے ڈر لگتا ہے۔'' بالے اس خوف ناک سبز چمکیلی آنکھوں والی بلی کا تصور کرتے ہوئے بولا۔

''حالاں کہ میں تمھیں اور رؤف کو ہی اس کا باڈی گارڈ مقرر کر رہا ہوں۔ اسرار اور ابراہیم میرے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کریں گے، جو ابھی اگر ہمارے لیے نامعلوم ہیں، لیکن یہ یقینی بات ہے کہ وہ خوف ناک اور غیر مانوس نوعیت کے ہوں گے۔'' خان نے کہا۔

''تو گویا ہم لوگ باریا بستر گول کرنے کی تیاری کریں۔'' اسرار نے پوچھا۔

''ہاں۔ صرف آج کا دن ہے تمہارے لیے۔ رات تک ایک طویل سفر کی تیاری مکمل کر لو۔ ہم کل صبح ساڑھے نو بجے انڈین ایئر لائنز کے کلکتہ جانے والے طیارے سے روانہ ہو جائیں گے۔'' خان نے انھیں ہدایت کی۔

''باپ رے، موت اور وہ بھی کل۔'' بالے نے احتجاجاً کہا۔

''یہ تو بہت وقفہ ہے۔''

''موت تو ایک منٹ کی مہلت بھی نہیں دیتی۔'' خان نے مسکرا کر کہا۔

''آپ اپنی محترمہ بلی کو اکیلا چھوڑ آ گئے ہوں گے؟''

''میں اپنی ذمہ داری سے غافل نہیں رہتا، برخوردار۔ غلام رسول اس کے پاس ہی پستول لیے بیٹھا ہے اور وہ اس ٹوکری میں ریشمین گدوں پر آرام کر رہی ہے۔''

''وہ کسی قدیم لامدوسی بادشاہ یا ملکہ کی روح یا آسیب تو نہیں ہے کہیں؟'' بالے کے دماغ میں پھر کیڑے رینگنے لگے۔

''دونوں صورتوں میں تم یقیناً اس کے محافظ رہو گے، دشمن تو نہ ہو گے، پھر ڈر کس بات کا۔'' خان نے کہا۔

''ہائے جواں مرگ بالے۔'' بالے اپنے سینے پر خود ہاتھ مار کر اٹھا۔

Akram Allahabadi

''کیا مرثیہ خوانوں کا انتظام کرادوں تمہارے لیے؟''

''میں اپنے تمام دوستوں کو الوداع کہنے جارہا ہوں، اسرار بھائی۔تم لوگ بھی اپنا اپنا فاتحہ پڑھ آؤ جا کر۔''بالے نے چہرے پر مصنوعی یاسیت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''اپنی فکر کرو، ہمیں تو واپس آنا ہے۔''

''خوش فہمی ہے، خوش فہمی۔جزیرۂ لیمن جوس...آئی ایم ساری...''وہ خان کی طرف دیکھ کر معذرت کرتے ہوئے بولا۔''جزیرۂ لامدوس کہاں ہے، عالی جاہ۔''اس نے خان نے پوچھا۔

''برما کے جنوب مغرب میں، ہندوستان کے بحری دفاع کا ایک اہم مستقر ہے۔'' خان نے بتایا۔

''اگر ہم براہِ جنت چلیں وہاں تک؟''

''پولیس والوں کو جنت کا راستہ نہیں ملا کرتا۔''اسرار بول اٹھا۔

''تمہارا نامۂ اعمال اتنا سیاہ ہوگا۔بالے صاحب پولیس والے قطب مانے جاتے ہیں۔''وہ خود اپنی تعریف کرنے لگا۔

''قطب مینار زیادہ موزوں ہوگا آپ کی شان میں۔''خان نے اس پر فقرہ کسا۔

''یوں بھی اپنی بلندی کچھ کم نہیں۔'' یہ کہتا ہوا وہ اپنا کوٹ کندھے پر ڈال کر برآمدے میں نکل گیا۔

چند گھنٹے بعد وہ اس واجب الاحترام بلی کا صندوق لیے روانگی سے قبل اور مسٹر مزمدار کی ہدایت کے مطابق اس کا خفیہ ڈاکٹری معائنہ کرانے جارہے تھے۔اس کے علاوہ ان کو انسپکٹر جنرل پولیس سے بھی اس سلسلے میں ملنا تھا۔اس درمیان میں خان بالے کے ہر سوال کا جواب صرف ڈانٹ دے دیتا آرہا تھا۔بالے بھی آخر جھنجلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

''ایک بات پوچھوں؟''اس نے کہا.

''بکو۔''

''یہ ہٹلر مرد تھی کہ عورت تھا؟''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ مکھی چھاپ مونچھوں اور چوکھٹے سے تو وہ مرد ہی معلوم ہوتا تھا، لیکن اس کی شان میں ہر کیوں استعمال کیا ہے؟''

''بہت مدت کے بعد خیال آیا ہے تمہیں؟''

''میں نے سن رکھا تھا کہ آپ بھی کچھ ایسے ہی واقع ہوئے ہیں، اس لیے پوچھتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔''

''مردود۔''

''امرود میں نے الہ آباد سے منگوائے ہیں۔''

''میاؤں۔''ان کی گفتگو میں مداخلت کرتی ہوئی باریک سی آواز باکس سے سنائی دی۔

''یس، یور ہائی نس۔''بالے باکس پر جھک گیا۔لیکن بلی نے خموشی اختیار کر لی۔

''شاید یہ بھی نزاکت شاہانہ کی دلیل ہے، میاؤ...، او چپ۔''بالے نے اس طرح منہ بنا کر کہا جیسے واقعی وہ کسی پردہ نشین شہزادی سے ہمکلام ہو۔

خان اس کی حرکتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوے اپنی کار ڈرائیو کرنے میں منہمک تھا۔

''کوں۔''بلی پھر اندر سے بولی۔

''کچھ تکلیف ہے، حضور کو؟''بالے نے یہ کہہ کر اپنا کان باکس سے لگا دیا اور اس طرح سر ہلانے لگا گویا اس کی گفتگو غور سے سن رہا ہو۔خان دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ

Akram Allahabadi

رہا تھا۔

''اوہ...'' وہ سر اٹھا کر بولا۔ 'ہر ہائی نس شاید رفع حاجت فرمانا چاہتی ہیں، ممکن ہو تو لوٹے میں پانی فراہم کیا جائے۔'' اس کا تخاطب خان سے تھا۔

''چپ بیٹھو، الو۔''

''آپ یہ فیصلہ کر لیجیے کہ میں کس کا حکم مانوں، آپ کا یا ہر ہائی نس بلی کا۔'' بالے ڈھٹائی پر اتر آیا۔

''گاڑی سے اتار دوں گا۔''

''ناممکن ہے۔ اب میں ہر ہائی نس لامدوس کے جسم کا گارڈ ہوں۔''

''شٹ اپ۔'' خان جھنجلا گیا۔

گاڑی اب پولیس ہیڈ کوارٹرس کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔

بالے جب وہ باکس لے کر نیچے اترا تو رؤف بھوت برانچ کے دفتر کے باہر ہی اپنا کھدر دھاری جامہ پہنے ٹہل رہا تھا۔ خان تو اس کا سلام لیتا ہوا اوپر چلا گیا، لیکن بالے کو اس نے ٹوک دیا۔

''کہیں نقب زنی فرمائی ہے کیا؟''

''شیطان کو ساری دنیا اپنی ہم جنس نظر آتی ہے۔'' بالے یہ کہتا ہوا ایک لمحے کے لیے رک گیا۔

''وہ مس فلاں بنت فلاں تشریف لائی تھیں، بہت بے قرار تھیں۔ میں نے کہہ دیا کہ جج اسپتال میں ہے۔ موٹر سائیکل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔'' رؤف نے رازداری کے لہجے میں بتایا۔

''او حرام مونچھ۔'' بالے نے اپنی زبان میں اس شرارت کے خلاف احتجاج کیا۔

''وہ غریب بھٹکے گی وہاں۔''

Akram Allahabadi

''تو کیا میں تمہارے لیے ایک ڈائری لکھتا بیٹھوں آمدورواگی کی۔''

''گھبراؤ نہیں، تمہارے ساتھ بھی وہ سلوک کروں گا کہ دن میں تارے نظر آجائیں گے۔''

''بالے۔'' اوپر سے خان کی آواز سنائی دی۔

''یس، باس۔ میں ابھی نازل ہوا، بس ایک منٹ۔'' یہ کہہ کر وہ پھر رؤف کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اب کی بار اس کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔

''رؤف بھائی، خدا تمہیں کانگریس کا جنرل سکریٹری بنائے، سچ سچ بتادو مجھے اس سے آج آخری بار ملنا ہے۔'' بالے نے سنجیدگی سے کہا۔

''آخری بار؟ کیا خودکشی کا ارادہ ہے؟'' رؤف نے پوچھا۔

''ارے تم کیا جانو کہ کل ہم سب کس دنیا کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔'' بالے کا لہجہ اب بھی سنجیدہ تھا۔ رؤف سمجھ گیا کہ اس وقت وہ مذاق نہیں کر رہا ہے۔

''کیا کوئی نئی مصیبت نازل ہوئی ہے؟'' اس نے بھی سرگوشی کے لہجے میں پوچھا۔

''مصیبت، ارے مصیبت کی والدہ محترمہ کہوا ہے۔ ہمیں ایک بڑے خفیہ مشن پر جزیرۂ لامدوس جانا ہے۔ سنا ہے وہاں پہنچنے والے سب مرحوم ومغفور ہوجایا کرتے ہیں۔'' بالے نے بتایا۔

''کیا واقعی؟''

''تمہاری ان بڑی بڑی مونچھوں کی قسم۔''

''پھر وہی بے ہودگی۔''

''نہیں۔ سو فی صدی ہودگی ہے۔ ابھی ایک گھنٹے کے اندر اندر پوری یونٹ کو بوریا بستر گول کرنے کا حکم مل جائے گا۔'' بالے نے فکرمندانہ انداز میں بتایا۔

''بھئی، مجھے تو یقین نہیں تمہاری باتوں کا۔''

Akram Allahabadi

''تو جھک مارو بیٹھ کر، جب پڑے گی تو چیخنا۔'' یہ کہہ کر وہ باکس بغل میں دبائے خان کے آفس کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔اور رؤف کچھ نہ سمجھ کر پھر اپنی مونچھوں کے دونوں سروں کو بل دینے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

یا حیرت

دوسرے دن صبح ۱۰/۲ بجے وہ ایئر انڈیا انٹرنیشنل کے ایک مسافر بردار طیارے سے عام مسافروں کی طرح کلکتہ روانہ ہو گئے۔ ان کی روانگی کے مقام اور مقصد کے بارے میں اس قدر راز داری برتی گئی تھی کہ ان کے محکمے کے افسروں کو اس کے بارے میں علم نہ تھا۔ اس پراسرار مہم پر خان صرف بالے کو ہی نہیں، بل کہ اسرار، ابراہیم اور رؤف کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ کیوں کہ حالات آگے کس قدر پراسرار اور کتنے اہم ہو سکتے ہیں، اس کا اندازہ پہلے سے لگانا مشکل تھا اور آگے جو کچھ بھی ہو، لیکن اس عجیب سلسلے کا آغاز ہی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھا۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ الجھا ہوا تھا۔ مسٹر مزمدار نے خان کو شاہ لامدوس کے وصیت نامے کی جو نقل سپرد کی تھی، اسے خان نے بحفاظت اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ بالے نے بہت زور مارا کہ وہ اسے اس پراسرار بلی اور شاہ لامدوس کی وصیت کے بارے میں کچھ بتا دے، لیکن خان نے ہر بار اسے ٹال دیا۔ اس نے انھیں صرف اس قدر بتایا کہ ہمیں لامدوس پہنچنے اور اس شاہی بلی کو لامدوس کے بڑے کاہن کے سپرد کرنے تک ہر قیمت پر اس کی حفاظت کرنی ہے۔ ایک بلی کی حفاظت خفیہ پولیس کے لیے ایک ایسی مضحکہ خیز ڈیوٹی تھی جس کے تصور سے بھی کسی دل چسپ مذاق کا دھوکا ہو، لیکن وہ یہ دردِ سر مول لینے کے لیے مجبور تھے، کیوں کہ ہائی کمان کے خفیہ احکامات اس کی سنجیدگی کے ذمے دار تھے۔

اس وقت وہ سب بھیس بدلے ہوئے تھے۔ خان نے بڑی بڑی مونچھوں والے ایک راجا صاحب کا سا حلیہ بنا رکھا تھا، جسم پر ایک سفید چوڑی دار پاجامہ، بدن پر سفید گرم شیروانی اور سر پر ایک اکہری ہلکی اور باریک سنہری گوٹ والی پگڑی۔ شیروانی کے بند گلے کے اوپر سے ایک اصلی موتیوں سے مشابہ بڑے بڑے نقلی موتیوں کا ہار تھا اور دونوں کانوں میں

سنہرے موٹے مگر چھوٹے چھوٹے بالے پڑے ہوئے تھے۔وہ بہرصورت ایک سادگی پسند ہندوستانی راجا معلوم ہوتا تھا۔بالے سیاہ کشتی نما ٹوپی کے ساتھ دیوان بنا ہوا تھا۔اس نے کسی مویشی خانے کے بوڑھے کلرک کی طرح ایک باریک سنہری کمانی کی عینک بناک پر چڑھا رکھی تھی اور میک اپ سے ادھیڑ عمر کا معلوم ہوتا تھا۔رؤف اپنی جغادری مونچھوں کے ساتھ راجا صاحب کا اے ڈی سی اور اسرار اور ابراہیم مصاحب یا خدمت گار بنے تھے۔راجا صاحب کے ساتھ ان کا روایتی پان دان، ایک سنہری فرشی والا حقہ بھی تھا، جو بہرصورت جہاز میں استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا اور ایک سفید بالوں والی بلی جس کے گلے میں سونے کی زنجیر پڑی تھی۔ان کی گود میں بیٹھی بلی کے چھوٹے سے ٹرانسفارمر کی طرح گرگر کر رہی تھی۔

دیوان راجا صاحب کے پاس والی نشست پر تھا۔اے۔ڈی۔سی۔اور ایک خدمت گار پیچھے اور دوسرا خدمت گار اس سے پچھلی قطار میں۔ جہاز کی خوب صورت جوان ہوسٹس جب بھی ادھر سے گزرتے ہوئے راجا صاحب سے کسی فرمائش کے لیے پوچھتی، ان کا ادھیڑ عمر دیوان بیچ میں ٹپک پڑتا اور وہ اسے چڑی کا غلام سمجھتے ہوئے برا سا منہ بنا کر گھورتی ہوئی چلی جاتی۔راجا صاحب تمام راستے یا تو خوش رہے یا اپنی بلی سے باتیں کرتے رہے اور دوسرے مسافر بھی ان کی اس دل چسپ شخصیت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ایک سے نہ رہا گیا تو وہ تیسری قطار میں بیٹھے ہوئے ابراہیم سے جو خدمت گار کے لباس میں تھا پوچھ ہی بیٹھا۔

"کون سی اسٹیٹ کے ہیں یہ راجا؟"

"ابراہم نے پلٹ کر دیکھا۔وہ سانولے رنگ کا اکہرے بدن کا پھرتیلا سا آدمی تھا جس نے گرم ٹرکش کوٹ اور پتلون پہن رکھی تھی۔اس کے بال دونوں کنپٹیوں کے پاس ذرا ذرا سفید تھے۔

"ارے آپ کو نہیں معلوم؟" ابراہیم نے اس انداز سے کہا جیسے اسے ہم سفر کی اس ناواقفیت پر تعجب ہو رہا ہو، جیسے راجا صاحب کو ساری دنیا یا کم از کم سارا ہندوستان تو جانتا ہی

Akram Allahabadi

ہو۔

مسافر نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''ارے ہز ہائی نس باون گاؤں کا نام نہیں سنا آپ نے؟''

''باون گاؤں...؟''مسافر ذہن پر زور دینے لگا۔''باون گاؤں تو سنا ہے کہیں...''

''سنا ہے...اجی قبلہ،ہندوستان،پاکستان،افغانستان،ایران،طہران میں اس سے بڑی جاگیر نہیں کوئی۔''ابراہیم نے سنجیدگی سے بڑ ہانکنی شروع کی۔

''جاگیر۔''وہ مسافر کچھ چونک کر بولا۔

''ہاں،ہمارے یہاں بڑے بڑے جاگیرداروں کو بھی راجا نواب کا خطاب ملا ہوا ہے۔''ابراہیم نے بتایا۔

''اوہ،تو یوں کہیے۔''مسافر نے مسکرا کر جواب دیا۔

''آدمی شوقین معلوم ہوتے ہیں۔''اس نے خود ہی تبصرہ کیا۔

''بہت کم،اوپر سے جتنے سادے نظر آتے ہیں اندر سے بھی اتنے ہی کورے ہیں۔ بس جانور پالنے کا بڑا شوق ہے اور کھیلیں گے تو شطرنج۔''

''اچھا...!''مسافر کو گویا اس کردار پر حیرت ہوئی۔

''اور کچھ لونڈیوں وونڈیوں سے شوق نہیں فرماتے؟''وہ ابراہیم سے بے تکلف ہونے لگا۔

''لاحول ولاقوۃ،اس معاملے میں وہ نواب شرعی مسلمان واقع ہوئے ہیں۔صرف ۲۱ بیویاں ہیں اور بائیسویں کے لیے ابھی سوچ رہے ہیں۔''

''راجا صاحب مسلمان ہیں؟''

''جی ہاں۔نام بھی تو ہز ہائی نس بے دار بخت خاں سردار بخت خاں آف باون گاؤں ہے۔''ابراہیم نے بتایا۔

Akram Allahabadi

''بلی بڑی خوب صورت لگتی ہے ان کی۔'' وہ راجا صاحب کی سفید بالوں والی پھولی پھولی بلی کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''تو کوئی ایسی ویسی نسل کی تھوڑی ہے۔ پچھلے سال جب پیرس گئے تھے تو یہ بچہ انھوں نے پانچ ہزار روپے میں خریدا تھا۔'' ابراہم نے بتایا۔

''پانچ ہزار میں۔'' مسافر حیرت سے بولا۔ ''دل والے رئیس معلوم ہوتے ہیں۔''

''ایسے ویسے، ارے صاحب، ایک ہاتھی خرید کر آزاد کر دیا۔ اور اس کے گلے میں اپنے نام کی تختی لٹکا دی۔ وہ جہاں جہاں گیا راجا صاحب کے نام کے ڈنکے بج گئے۔ تب ہی سے تو وہ کہاوت نکلی ہے کہ ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اس کا نام۔'' یہ کہہ کر ابراہیم خاموش ہو گیا کیوں کہ اسرار دزدیدہ نظروں سے اسے گھورنے لگا تھا۔ وہ مسافر بھی اسے اب اپنی طرف متوجہ نہ پا کر چپ ہو رہا۔ لیکن اس کی نظریں کبھی کبھی بلی پر ضرور پڑ جاتیں۔

سہ پہر کو ۳ بجے ان کا طیارہ ناگپور اور الہ آباد ہوتا ہوا کلکتہ پہنچ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ایرو ڈروم پر بمشکل انیس بیس آدمی ایسے تھے جو اپنے عزیزوں کو لینے یا ان کا استقبال کرنے آئے تھے، ان میں دو یورپین خاندان تھے، باقی بنگالی اور گجراتی۔ مگر سانولے رنگ کا ایک موٹا آدمی اور بھی تھا جس کے ساتھ ایک اکہرے بدن کا تیس بتیس سالہ گندمی رنگ کا آدمی اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ یہ لوگ جہاز سے اترنے والے ایک ایک مسافر کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس موٹے آدمی کی نظر جیسے ہی طیارے سے اترتے ہوئے راجا بیدار بخت پر پڑی وہ چونک پڑا۔ اس وقت بھی وہ سفید رنگ کے بڑے بڑے بالوں والی بلی صاحبہ صاحب کی بغل میں دبی دبی اپنی گول گول آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اور کبھی کبھی موڈ میں آ کر ایک آدھ میاؤں کر دیتی۔

Akram Allahabadi

نہ جانے کیا بات تھی کہ اس بلی کو دیکھتے ہی وہ دونوں کسی قدر مؤدب سے ہو گئے اور جس وقت راجا صاحب ان کے نزدیک سے گزرنے لگے تو وہ ادب سے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے آگے نکل جانے کے بعد وہ ان آدمیوں سے پیچھے کسی قدر فاصلے پر چلنے لگے۔

جس وقت یہ سارے لوگ فضائی اڈے کے احاطے سے باہر نکلے، اس وقت جہاز کا آخری مسافر اندر ہی تھا۔ وہ وہی اکہرے بدن کا سیاہ فام آدمی تھا جس نے جہاز میں ابراہیم سے سوال و جواب کیے تھے۔ ابراہیم کی نظر اس وقت بھی اسے بہت پیچھے آتا دیکھ رہی تھی۔ ابراہیم کھسکتا کھسکتا خان کے نزدیک آ گیا۔

"صاحب، جہاز کا ایک مسافر جو راستے میں آپ کے بارے میں پوچھ تاچھ بھی کر رہا تھا، بہت پیچھے رہ کر شاید ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔" اس نے خان سے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

"دیوان جی؟" راجا صاحب نے اپنے دیوان کو آہستہ سے پکارا۔

"سرکار۔" دیوان قریب آتے ہوئے بولا۔

"یہ دو آدمی جو ہمارے پیچھے آ رہے ہیں، تم ان میں سے موٹے آدمی سے کہہ دو کہ وہ پارک اسٹریٹ پر ہمیں اسٹرینڈ ہوٹل میں ملے، ہم شام کو اس کا انتظار کریں گے۔" خان نے راہ چلتے چلتے دبی زبان میں کہا۔

"او کے سرکار۔" بالے نے آدھی انگریزی آدھی ہندوستانی استعمال کی۔

"ذرا زبان کا خیال رکھو، بھوری نہیں چلے گی۔" خان نے اسے تنبیہ کی۔

"ویری ویل، یور ہائی نس۔" یہ کہتا ہوا بالے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پیچھے ہٹتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کے قریب آ گیا۔

"مسٹر..." اس نے موٹے آدمی کو مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی بالے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

Akram Allahabadi

''ہمیں شام کو پارک اسٹریٹ ہوٹل میں ملیے، اس وقت کوئی نہ کوئی ہمارا پیچھا ضرور کر رہا ہے۔'' بالے نے کوئی گیت گنگنانے والے لہجے میں اس سے کہا۔

''شک مجھے بھی پیچھے آنے والے ایک آدمی پر ہے۔ بہر حال میرے آدمی اسے دیکھ لیں گے۔ میں شام کو اسٹرینڈ میں آ کر ملتا ہوں۔ مگر آپ لوگوں کا وہاں ٹھہرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔'' موٹے آدمی نے دائیں بائیں دیکھ کر جواب دیا۔

''میں ایک گجراتی آدمی کے بھیس میں وہاں آ کر آپ لوگوں کو ساتھ لے جاؤں گا۔'' وہ بولا۔

''ٹھیک ہے۔ وہیں شام کو طے کر لیا جائے گا۔'' یہ کہتا ہوا بالے پھر کھسکتا کھسکتا خان کے قریب آ گیا۔

باہر آ کر وہ دونوں آدمی دوسری طرف گھوم گئے اور خان اور اس کے ساتھی دو چھوٹی ٹیکسیوں میں بیٹھ گئے۔ خان نے بلی کو اس وقت سیمور کی کھال کے ایک ٹکڑے میں چھپا رکھا تھا۔ ان کی ٹیکسیاں پارک اسٹریٹ کی طرف روانہ ہو گئیں۔

ان کے اس جگہ سے جانے کے صرف پانچ منٹ بعد دبلا سیاہ فام آدمی، جو طیارے میں ابراہیم سے باتیں کر چکا تھا وہاں آ کھڑا ہوا۔ اسے بھی ٹیکسی کی تلاش تھی شاید۔ ممکن ہے خان کا پیچھا کرنے کے لیے، لیکن حسنِ اتفاق سے اس وقت ایک بھی ٹیکسی وہاں موجود نہ تھی۔ وہ چند منٹ تک بڑی بے صبری کے عالم میں وہیں اپنا ایک چھوٹا سا سوٹ کیس لیے کھڑا رہا۔ اس کے بعد جھنجلاہٹ کے ساتھ پیر پٹختا سڑک پار کر کے کچھ دور آگے چل کر ایک مغربی طرز کے ہوٹل میں گھس گیا۔

یہاں کاؤنٹر پر فون موجود تھا۔ منیجر نے بخندہ پیشانی اسے فون کرنے کی اجازت دے دی، لیکن وہ فون کرتے وقت بالکل دوسرے کنارے پر کھسک گیا۔ جس سے اس کی گفتگو کوئی نہ سن سکے اور منیجر کے نزدیک بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں تھی۔ کہیں نمبر ملانے کے بعد

اس نے بولنا شروع کیا۔

''ہیلو...کارنا...وہ لوگ آ گئے ہیں شاید...مگر سرینا کا رنگ یا تو بدلا ہوا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ماؤنچی سے ملتی جلتی سفید بالوں والی کوئی اور بلی ہو۔وہ ٹیکسی نمبر بی سی ۱۱۶۱ میں بیٹھ کر گئے ہیں۔اس ٹیکسی ڈرائیور کو تلاش کر کے ان کی جائے قیام فوراً معلوم کرو۔ایسا نہ ہو کہ وہ کافی چالاک لوگ ہوں اور ہمیں دھوکہ دے جائیں۔...آں...ہاں...ممکن ہے وہ ٹیکسی اب شہر کے کسی اسٹینڈ پر ہی ملے۔'' یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔اس نے یہ تمام گفتگو اس قدر محتاط لہجے میں کی تھی کہ کاؤنٹر والا آدمی بھی کچھ نہ سن سکا۔ہوٹل سے باہر آ کر اس نے راستے پر جاتی ہوئی ایک ٹیکسی روک لی اور اس میں بیٹھ کر کولوٹولہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

اسٹرینڈ پارک اسٹریٹ میں فلک بوس چار منزلہ شان دار ہوٹل تھا جس کے چاروں سروں پر مغل طرزِ تعمیر کے مطابق چار چھوٹے گول گنبد تھے۔کسی زمانے میں اس بلڈنگ میں عدالتِ خفیہ کے دفاتر تھے،لیکن عدالت کے منتقل ہونے کے بعد اسے ایک ریٹائرڈ انگریز فوجی افسر نے خرید لیا تھا اور تب سے یہ شہر کی مہذب سوسائٹی اور خصوصاً مغرب زدہ لوگوں کے لیے بہترین آرام گاہ سمجھی جاتی تھی۔

ہوٹل میں داخل ہوتے ہی سب سے عجیب جھگڑا یہ شروع ہو گیا کہ اس ہوٹل میں پالتو جانوروں کو ساتھ رکھنے کی سخت ممانعت تھی۔حتیٰ کہ پالتو کتے بھی ہوٹل میں داخل نہ ہوتے دیے جاتے۔اور اس کے باوجود کہ راجا صاحب راجا صاحب تھے،ان کی بلی کے لیے ہوٹل کے منیجر نے اعتراض کر دیا۔

''اچھا،میرے ساتھ اگر میری بیٹی ہوتی تو آپ اسے کیسے روکتے؟'' راجا صاحب باون گاؤں نے پوچھا۔

''قطعی نہیں۔''منیجر نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ میری بیٹی ہی تو ہے۔''راجا صاحب نے کھنکھار کر کہا۔

''جی ہاں، جی ہاں، اعلا حضرت اسے اپنی اتفاقیہ اولاد کی طرح ہی پیار کرتے ہیں۔''دیوان بھی تائید میں بول اٹھا۔

''تم چپ رہو جی۔دیوان ہو کہ دیوانے؟ یہ ہماری اتفاقیہ اولاد ہے؟''راجا نے دیوان پر آنکھیں نکال لیں۔

''میں نے تو مثال دی تھی، حضور۔''دیوان نے ڈر کے مارے سر جھکا لیا۔

''ہاں، تو منیجر صاحب، آپ چاہیں تو ہماری میاؤں کا بھی کرایہ چارج کر لیں، مگر اسے اپنی ممانعت سے مستثنا رکھیے۔''راجا صاحب منیجر سے خود بخود ہو گئے۔

''بڑی مشکل ہے۔''منیجر سوچ میں پڑ گیا۔''ویسے آپ کتنے دن قیام فرمائیں گے یہاں؟''اس نے پوچھا۔

''زیادہ نہیں، بس تین چار دن۔ہم کو پھر رنگون جانا ہے۔''راجا صاحب نے فرمایا۔

''بہتر ہے...، لیکن ایک شرط ہوگی کہ آپ اسے صرف اپنے کمرے تک ہی محدود رکھیں گے۔''منیجر نے راضی ہوتے ہوئے کہا۔

''بھئی واللہ، آپ کو معلوم نہیں کہ ہماری میاؤں کتنی تمیز دار واقع ہوئی ہے۔اگر پردہ نشین بلی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔''راجا صاحب بڑائی ہانکنے لگے۔

''اتنا ہی کیا، منیجر صاحب، یہ تو اجابت بھی لیٹرین میں جا کر فرماتی ہے۔حضور راجہ صاحب ایسے ویسے بدتمیز جانور پالتے ہی کب ہیں۔خدا مغفرت کرے، حضور کے پاس ایک بندر تھا جو باقاعدہ منہ دھو کر ساتھ ٹیبل پر بیٹھ کر ناشتہ کرتا تھا، مگر برا ہوا ایک امریکن فلم کمپنی والے کا نظر جو پڑ گئی تو چاروں ہاتھ پاؤں سے حضور راجا صاحب کے پیچھے پڑ گیا کہ یہ بندر لے کر ٹلوں گا یا پھر اپنی جان دے دوں گا۔حضور کو رحم آ گیا تو بندر اس کے حوالے کر دیا۔

بالے بحیثیت دیوان بکتا چلا گیا اور منیجر دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ راجا بہادر اکڑے کھڑے اپنی مونچھوں پر تاؤ دے رہے تھے۔ ان کے پیچھے ان کا اے ڈی سی رؤف اٹینشن کھڑا تھا اور اسرار اور ابراہیم بغل میں پان دان اور حقا دبائے کھڑے تھے۔

"وہ بندر آج امریکہ کا بہت بڑا ایکٹر ہے۔ اس کا نام اس انگریز نے زبی رکھا ہے۔" بالے نے بتایا۔

"تو کیا وہ راجا صاحب کا بندر ہے؟" منیجر نے حیرت سے پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا؟" بالے چشمے کی اوٹ سے اسے گھور کر بولا۔ "ایسے بندر راجا لوگ ہی پالتے ہیں۔"

"میں بہر حال اپنی ذمے داری پر آپ کو خصوصی اجازت دے رہا ہوں اور امید ہے کہ آپ میری اس شرط کا لحاظ رکھیں گے۔" منیجر نے اوپری منزل کے دو کمروں کی چابیاں بالے کی ہی حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ایک بیرا ان کے ساتھ ہو گیا۔ راجا صاحب کا مختصر سا سامان پیچھے دو دوسرے بیرے اٹھائے ہوئے تھے

☆☆☆☆☆☆

اس ہوٹل میں پہنچے ابھی انھیں بمشکل تین گھنٹے ہوئے تھے کہ ۶.۳۰ بجے شام کے قریب منیجر نے کاؤنٹر سے انٹرا ایکسچینج کے ذریعے فون کیا کہ کوئی مسٹر مینکو ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں۔ راجا صاحب نے اسی وقت اوپر بلوا لیا۔

جس وقت نووارد ایک دوسرے آدمی کے ساتھ ان کے کمرے میں داخل ہوا تو راجا صاحب صوفے پر بیٹھے حقے کے کش لگا رہے تھے۔ وہ دونوں سلام کر کے ان کے اشارے پر سامنے ہی بیٹھ گئے۔

"ارے بھئی، چھدن۔ ذرا چلم تو دھونکو، ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" راجا صاحب نے

Akram Allahabadi

باتھ روم کی طرف رخ کر کے آواز دی۔

''آیا، سرکار۔'' ادھر سے جواب آیا اور اسرار ان کے موٹی جسامت والے بھدی شکل کے خدمت گار کے بھیس میں سامنے آ کھڑا ہوا۔

راجا صاحب اب نووارد کی طرف مخاطب ہوئے۔

''ہمیں موگارو نے بھیجا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس آدمی نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر راجا صاحب کے سامنے کر دیا۔ ''وہ خود ایک خاص وجہ سے تشریف نہیں لا سکے ہیں۔ اس لیے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی جائے قیام تک آپ کی رہنمائی کریں۔'' اس آدمی نے بلا جھجک کہنا شروع کیا۔

موگارو؟'' راجا صاحب ذہن پر زور دینے لگے۔ پھر انھوں نے بالے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''دیوان جی، یہ موگارو کون صاحب ہوتے ہیں؟''

''کنگاروں کے رشتے داروں میں ہوں گے، عالی مرتبت۔'' دیوان جی نے قریب آ کر جواب دیا، لیکن شاید ان کی باتیں پوری طور پر وہ نووارد نہ سمجھ سکے۔

''ٹھیک ہے۔'' یہ کہہ کر وہ پھر ان آدمیوں کی طرف پلٹا۔ ''تو مسٹر...''

''مینگو۔'' اس آدمی نے جلدی سے اپنا نام بتا دیا۔

''شاید آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس نام کے تو ہمارے واقف کار کوئی نہیں ہیں۔ آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں؟'' وہ نرم و خلیق لہجے میں بولا۔

''شاید حضور بھول رہے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس آدمی نے راجا صاحب کی گود میں بیٹھی ہوئی بلی کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ بلی...'' راجا صاحب نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یعنی کہ کیا...؟'' انھوں نے سوال کیا۔

Akram Allahabadi

''یعنی کہ...یعنی یہ مقدس امانت...'' وہ پھر کہتے کہتے اشارۃً رک گیا۔

''امانت...خیانت...ارے بھئی، یہ کیا حماقت ہے آخر؟ میری بلی پر آپ حضرات عاشق ہو گئے ہیں کیا؟'' راجا صاحب نے مضحکہ خیز لہجے میں ان کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''حضور، کلکتہ چار سو بیسیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے، کہیں یہ لوگ...؟'' دیوان نے کہنا چاہا

''چپ رہو جی۔ یہ تو صورت سے شریف لوگ معلوم ہوتے ہیں۔'' راجا صاحب نے بلند آواز میں تردید کی۔

''آپ لوگ آخر ملنے کس سے آئے ہیں۔'' بالے خود ان سے سوال کرنے لگا۔

''جی...جی...وہ...بلی...'' ان میں سے ایک نے اٹک اٹک کر کہنا چاہا۔

''جی ہاں، بلی۔ آپ کو کیا شیر نظر آ رہی ہے وہ؟'' بالے نے پوچھا۔

''بہتر ہے، ہم موگارو کو ہی بھیجتے ہیں۔'' وہ یہ کہہ کر گھبرائے ہوئے سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔

''ارے بھائی، کوئی اور گھر دیکھو۔ ہم نہیں جانتے موگارو کون جانور ہے۔ یہ خوب رہی، مان نہ مان میں تیرا مہمان۔'' بالے نے انھیں آڑے ہاتھوں لیا۔

''جانے دو، جانے دو، بے چارے کسی مغالطے میں آ پہنچے ہوں گے یہاں، ملنا کسی اور سے ہوگا۔ جانے دو۔'' راج صاحب نے اپنے دیوان کو روکا۔ اور وہ دونوں تیزی سے دروازے کے باہر نکل گئے۔

''ہم سے بھول تو نہیں ہوگئی کہیں؟ یہ لوگ تو کوئی اور معلوم ہوتے ہیں۔'' زینے سے نیچے اترتے ہوئے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

''یہاں خاموش رہو۔'' دوسرے نے اس کا ہاتھ دبا دیا اور وہ تیزی سے زینہ اتر کر ہوٹل کے باہر نکل گئے، مگر انھیں ہوٹل سے نکلے ہوئے ابھی بمشکل پانچ منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ ہوٹل کے دروازے پر ایک نیلے رنگ کی بیوک کار آ کر جھٹکے سے رک گئی۔ اس وقت

ابراہیم خان کا اشارہ پا کر ان دونا معلوم آدمیوں کے تعاقب میں ہوٹل سے باہر نکل چکا تھا۔کار سے صرف دو آدمی باہر نکلے۔ان میں سے ایک کوئی گجراتی سفید پوش بنیا معلوم ہوتا تھا اور دوسرا شاید اس کا منیم۔

''راجا صاحب باون گاؤں کدھر ٹھہرو ہے؟'' گجراتی سیٹھ نے کاؤنٹر پر منیجر سے پوچھا۔

''راجا صاحب؟...یاں... ہیں...ذرا ٹھہریے۔'' یہ کہہ کر اس نے انٹرا کنیکٹنگ کا فون اٹھایا اور نمبر ۲۰ گھما دیا۔

''کوئی گجراتی سیٹھ...'' وہ رسیور پر بولنے لگا۔''کیا نام ہے آپ کا؟'' اس نے نووارد سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تلگو چند۔'' گجراتی نے جواب دیا۔

''سیٹھ تلگو چند آپ سے ملنا چاہتے ہیں....وہیں بھیج دوں؟...بہتر ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔

''تشریف لے جایے۔فرسٹ فلور روم نمبر ۲۰۔'' وہ تلگو چند سے بولا۔

چناں چہ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔دائیں ہاتھ کی قطاروں میں ۱۱ سے بعد کے نمبروں والے کمرے تھے اور نمبر ۲۰ سے سے آخری کمرہ تھا۔

بالے دروازے پر ہی موجود تھا۔شاید اس گجراتی تلگو چند نے اسے پہچان لیا۔

''شاید ہم لوگ وقت پر پہنچے ہیں۔'' وہ قریب آ کر صاف ہندوستانی لہجے میں بولا۔

بالے غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔پھر کمرے کے اندر کی طرف جھانک کر بولا۔

''یہ لیجیے دوسرے آئے۔''

''دوسرے؟'' تلگو چند چونک پڑا۔

''آنے دو۔'' اندر سے خان سامنے والی کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا اور پھر غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

Akram Allahabadi

''شاید اب پہچان گئے ہوں گے آپ؟'' گجراتی ہندوستانی زبان میں بولا۔

''پہچان تو رہا ہوں، لیکن اس کے باوجود مجھے کچھ نشانی چاہیے۔'' خان نے آہستہ سے کہا۔

''شاید یہ خط کافی ہو۔'' تمگو چند نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

خان نے کھول کر دیکھا۔ یہ حکومت ہند کا اطلاع نامہ تھا جو سی بی آئی سے اسے بھیجا گیا تھا اور اس میں خان کے معہ اس واجب الاحترام بلی کے کلکتہ پہنچنے کی اطلاع دی گئی تھی۔

خط پڑھنے کے بعد دونوں مسکرا دیے۔

''آپ سے ذرا دیر پہلے دو نامعلوم آدمی یہاں آئے تھے جو اپنے آپ کو آپ کا نمائندہ بتاتے تھے۔ وہ اس محترم بلی سمیت ہمیں آپ کے پاس لے جانا چاہتے تھے۔'' خان نے بتایا۔

''میرے آدمی ناممکن ہے؟ وہ ضرور گفتار کے آدمی رہے ہوں گے۔'' اس نے بتایا۔

''گفتار کون ہے؟'' خان نے سادگی سے پوچھا۔

''ایک نامعلوم دہشت پسند، جو شاہ لامدوس کے زمانے سے لامدوس کا خطرناک سازشی مشہور رہے، مگر اسے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے۔ وہ اس مقدس شاہی امانت کو اڑانے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔'' موگارو نے بتایا۔

''آپ کا مطلب اس بلی سے ہے؟'' خان نے پوچھا۔ لیکن یہ جملہ انھیں شاید ناگوار گزرا۔ ان کے چہرے لٹک سے گئے۔

''اوہ، مجھے سخت افسوس ہے۔ میں نے شاید لامدوس کی ولی عہدہ کا نام درست طریقے پر نہیں لیا۔'' خان نے معذرت کی اور بالے غور سے ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ شاید اب

Akram Allahabadi

اسے ان دونوں نو واردوں کے صحیح الدماغ ہونے پر شک ہو رہا تھا۔

''تو کیا گفتار کے آدمی یہاں بھی پھیلے ہوئے ہیں؟'' خان نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ یقیناً ہوں گے، ورنہ آپ جیسے ماہر سراغ رساں افسر کی مدد کیوں لی جاتی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جادوگر ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ چالاک آدمی ہے۔''

''اس کا اصل مقصد کیا ہے آخر؟''

''لامدوس کے تخت پر ایک کاٹھ کے الو کو بٹھانا جو اس کا وفادار غلام ہوگا۔''

''لیکن کیا وہ اس واجب الاحترام بلی سے پھر بھی بہتر نہ ہوگا؟'' خان نے کہا۔

''یہ راز شاید آپ نہ سمجھ سکیں گے اور میں خود بھی اس سے ابھی واقف نہیں، مگر شاید مرحوم کا فیصلہ ان کی وصیت بہر صورت مانی جائے گی....'' موگارو نے کہا۔

''ہمیں لامدوس کی طرف کب روانہ ہونا ہے؟'' خان نے بات کاٹ کر سوال کیا۔

''اگر آپ تیار ہوں تو ہم کل ہی روانہ ہو سکتے ہیں۔'' موگارو نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر کہا۔

''ہم کسی وقت بھی چلنے کے لیے تیار ہیں۔'' خان نے ابراہیم کی تیار کی ہوئی چائے مہمانوں کے لیے پیالی میں انڈیلنی شروع کی۔

''بہتر ہے۔ ہم کل یہاں سے روانگی کا انتظام کرتے ہیں۔ ویسے اس کے لیے ایک اسٹیمر پہلے سے تیار موجود ہے۔'' موگارو نے بتایا۔

''اسٹیمر آپ کا ہے یا ہمارا، میرا مطلب ہے ہندوستان کا؟'' خان نے اس سے سوال کیا۔

''مشترکہ سمجھیے...'' کہتے کہتے موگارو اچانک کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں کمرے کے اندرونی اس دروازے کی طرف گھوم گئیں، جدھر سے اسرار اس بال دار بلی کو گرم پانی سے نہلا کر تولیے میں لپیٹے ہوئے آ رہا تھا۔ شاید اس اشنان پسند بلی کو اس قسم کے غسل میں خاصہ لطف آیا تھا

کیوں کہ وہ بلا آواز کیے تو لیے میں دبکی خرخرا رہی تھی۔نہلائے جانے کے بعد اس کا اصل سنہرا رنگ واضح ہوگیا۔موگارو اور اس کا ساتھی بلی کو دیکھتے ہی اٹینشن ہو گئے۔خان اور اس کے ساتھی حیرت اور دل چسپی سے ان دو تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند آدمیوں کی اس سنجیدہ اور عجیب حرکت کو دیکھ رہے تھے۔بلی نے سرسری نظر سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے ہی ایک میاؤں عرض کیا، وہ دونوں اٹینشن انداز میں جھک گئے۔

''یور ہائی نس ماؤنچی۔''ان میں سے ایک نے کہا۔بالے یہ نام سن کر اچھل پڑا اور پھر اسے بار بار دہرانے لگا۔

اسرار نے جس وقت بلی کو خان کے پاس رکھی ہوئی بید کی ڈلیا میں باقاعدگی سے بچھے ہوئے ریشمی گدے پر بٹھایا تب وہ لوگ بھی اپنی نشستوں پر بیٹھے۔رؤف اور بالے کو اس حرکت پر ہنسی آرہی تھی لیکن خان بالکل سنجیدہ تھا۔رؤف محترم بلی کے وفادار کی حیثیت سے بائیں طرف آ کھڑا ہوا۔

''میں نے دوسروں کی نظروں سے اسے بچانے کے لیے اس کے بالوں پر سفید پاؤڈر ملوا دیا تھا۔''خان نے ان دونوں کو بتایا۔

''آپ لامدوس کے تخت و تاج کے وارث کی حفاظت کر رہے ہیں۔ہم آپ کے بہت ممنون ہیں۔''ان دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

''بھئی، یہ تخت و تاج بلی کا مسئلہ اپنی سمجھ میں نہیں آتا۔ہمارے سپرد تو جو اس کی ذمے داری کی گئی ہے وہ لامدوس کے بڑے کاہن تک پہنچ کر ختم ہو جائے گی۔آگے آپ جانیے۔''یہ کہہ کر خان وہ بند لفافہ بھی جس میں شاہ لامدوس مرحوم کی وہ پراسرار وصیت بند تھی، جس نے ان سب کو حیرت میں ڈال رکھا تھا، موگارو کے حوالے کر دیا۔اس نے بڑے ادب سے اس سربمہر لفافے کو پہلے آنکھوں اور پیشانی سے لگایا پھر اسے بڑی احتیاط سے اپنی اندر کی جیب میں رکھ لیا۔

Akram Allahabadi

''گفتار کے آدمی یہاں تک پہنچ چکے ہیں اس لیے آپ لوگوں کا یہاں قیام کرنا اب موزوں نہیں ہے۔بہتر ہوگا کہ اسی وقت مقام تبدیل کر دیا جائے، میں نے سب انتظام کرلیا ہے۔''موگارو نے کہا۔

''لیکن چند گھنٹوں کے بعد اچانک ہی یہاں سے چلے جانے پر تو غیر متعلق لوگوں کو بھی شبہ ہوسکتا ہے۔''رؤف نے اپنی رائے بیچ میں پیش کر دی۔

''اس کا بھی بندوبست میں کیے دیتا ہوں۔ہوٹل کا منیجر شریف آدمی ہے۔میں اسی کو جا کر سمجھاتا ہوں کہ راجا صاحب میرے پرائے محسن ہیں۔یہاں خود میری کوٹھی موجود ہوتے ہوئے یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ وہ ہوٹل میں قیام فرمائیں،مگر میری کوٹھی میں اس وجہ سے نہیں رہے کہ ہوٹل والوں کو ناگوار گزرے گا کہ ان کی آمدنی میں فرق آئے اور راجا صاحب دو دن ٹھہرے بغیر ہی چلے گئے۔اس لیے آپ ہی چل کر میری طرف سے ذرا سفارش کر دیجیے،ممکن ہے مان لیں۔''

''اگر تمہارے خیال میں یہ مناسب ہوگا تو کوشش کر ڈالو۔''خان نے اسے اجازت دے دی۔چناں چہ وہ اپنے آدمی کے ساتھ اسی وقت باہر نکل کر منیجر کے پاس چلا گیا اور خان نے رؤف،بالے،اسرار اور ابرہیم کو مقام منتقل کرنے کے لیے تیار ہوجانے کا حکم دے دیا۔

''لیکن میدان چھوڑ کر بھاگنے سے ہم سکندر اعظم نہیں کہلائیں گے۔''بالے نے پھر بیچ میں شوشہ چھوڑا۔

''بیٹے،مصلحت اسی میں ہے کہ اپنے نامعلوم دشمن کی سازشوں کا سردست سامنا نہ کیا جائے ورنہ وہ لوگ ہمیں اتنی دیر کے لیے الجھا دیں گے کہ چڑیاں سب کھیت چگ جائیں گی۔''خان نے اسے سمجھایا۔

چناں چہ دس منٹ میں ہی تمام تیاری مکمل ہوگئی۔اتنی دیر میں موگارو منیجر کو ساتھ لے کر آپہنچا۔منیجر خود اس وقت راجا صاحب کے رعب سے پہلے ہی سے زیادہ متاثر نظر آرہا

تھا۔شاید موگا رونے کافی دھونس جمادی ہوگی۔

''حضور، میں نے ہوٹل کے منیجر صاحب کو منالیا ہے۔اب آپ میرے گریب خانے پر تشریف لے چلیے نہیں تو میں ستیہ گرہ کردوں گا۔''موگا رونے گجراتی سیٹھ کے مخصوص انداز میں دونوں ہاتھ چوڑ کر راجا صاحب سے درخواست کی۔

''کیوں،منیجر صاحب۔کیا خیال ہے آپ کا؟''راجا صاحب نے مسکرا کر پوچھا۔

''حضور، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آپ کی خدمت نہ کرسکے لیکن سیٹھ جی آپ کے پرانے نمک خوار ہیں ان کا حق زیادہ ہے۔آپ شوق سے تشریف لے جایے۔یہ تو آپ کی اعلا ظرفی ہے جو آپ نے ہمارا اتنا خیال فرمایا۔''منیجر خود بڑے مؤدب پیرائے میں بولا۔

''دیوان جی۔''راجا صاحب نے اپنے دیوان کو آواز دی۔

''حاضر ہوں سرکار۔''بالے صوفے کے پیچھے سے سامنے آکر بولا۔

''منیجر صاحب کو ہمارے کل تک قیام وغیرہ کا پورا بل چکا دو۔ہم نے تلگو چند کی دعوت قبول کرلی ہے۔''راجا صاحب نے اپنے دیوان سے کہا۔

''ابھی لیجیے،سرکار۔''بالے نے ادب سے ذرا جھک کر کہا۔''حلوائی کی دکان اور دادا جی کا فاتحہ۔''وہ بڑی آہستگی سے سرگوشی کے لہجے میں منہ پکڑ کے بولا۔

''حلوائی کی دکان؟ ہاں ہاں، راستے میں تو بہت سی ملیں گی وہیں سے خرید لینا مٹھائی تلگو چند کے بچوں کے لیے۔''خان نے جلدی سے بات بنادی۔وہ دل ہی دل میں بالے کی اس حرکت پر پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔اسی وقت ابراہیم بھی واپس آگیا۔وہ جن کے تعاقب میں گیا تھا وہ لوگ تھوڑی دور جا کر بھیڑ میں اس کی نظروں سے غائب ہوگئے تھے۔

موگا رو کی لائی ہوئی نیلی بیوک کار باہر موجود ہی تھی۔سامان اور آدمی سب اسی میں بھر گئے اور ۷ بجے رات سے پہلے پہلے ہی وہ وہاں سے روانہ ہوگئے۔

☆☆☆☆☆☆

دہشت ناک رات

ان کی کار اگرتلہ کی اسٹریٹ کی ایک تنگ و تاریک سی گلی میں گھس گئی۔ یہاں دو طرفہ گندی نالیوں سے ایک عجیب سی بدبو نکل کر فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور چند پختہ مکانات کے بعد کچے جھونپڑوں کی دو طرفہ قطاریں حدِ نظر تک جا کر اندھیرے میں ڈوب گئی تھیں۔ ان کی کار ان جھونپڑوں کے درمیاں سے گزرتی رہی۔ تقریباً سب ہی رومالوں سے ناکیں بند کیے ہوئے تھے۔

''ہم یقیناً اس وقت قنوج کی کسی گلی سے گزر رہے ہیں۔'' بالے سے نہ رہا گیا۔

''آہا، کیا مذاقِ سلیم پایا ہے۔'' رؤف فوراً ٹوک بیٹھا۔

''مونچھوں کی فضا خوشبو کو بدل دیا کرتی ہے۔''

''خدا کے لیے چپ رہو، ورنہ تمہارا گلا دبا دوں گا۔'' خان نے جھنجلا کر بالے کو ڈانٹ دیا۔

''میں عارضی طور پر چپ ہوں۔'' بالے یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

ان کی کار جھونپڑوں سے گزر کر ایک ٹیلے کے نزدیک پہنچ کر گھوم گئی۔ ٹیلے سے پہلے کنیر کے درختوں کی ایک دیوار کھنچی تھی اور اس کے پیچھے ایک اکہرا بنگلا جس پر انگریزی کیبلو چھائے ہوئے تھے، نظر آ رہا تھا۔ کار درختوں کی اس دیوار کے سرے پر چھوٹے ہوئے دروازے نما حصے سے اندر داخل ہو کر اس بنگلے کے پورٹیکو میں رک گئی۔

گاڑی کے رکتے ہی اندر سے ایک ساتھ کئی آدم، یوں کے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر بنگلے کے والا ان نما حصے میں دروازوں سے یکے بعد دیگرے چھ آدمی نکل کر کار کے پاس پہنچ گئے۔ خودکار کے دروازے کھول کر مؤدب کھڑے ہو گئے۔ موگا روسب سے پہلے

اپنے ساتھی سمیت گاڑی سے اترا پھر وہ پانچوں باہر آ گئے۔ وہ بید کی ڈلیا جس میں ریشمیں گدوں پر وہ مقدس بلی لیٹی ہوئی تھی خان کے ہاتھ میں ہی تھی۔

گاڑی سے اترتے ہی جیسے ہی بلی کے منہ سے میاؤں کے آواز نکلی، ان تمام آدمیوں نے چونک کر اپنے سر جھکا لیے۔

''واجب الاحترام ماؤچی۔'' ان میں سے ایک بولا۔ اور بالے آڑا ترچھا ہو کر ان کی شکلیں غور سے دیکھنے لگا۔ اس کے خیال میں ان آدمیوں کے اسکریو بھی یقیناً ڈھیلے تھے۔

بعد میں موگارو کی ہدایت پر ان لوگوں نے کار سے ہندوستانی مہمانوں کا سامان اتار لیا۔ کار گیرج میں جانے کے لیے آگے بڑھ گئی اور سب آگے پیچھے اس بنگلے میں داخل ہو گئے۔ مگر خان سب سے پیچھے ہی تھا۔ کیوں کہ اس کے ہاتھ میں وہ ٹوکری تھی جس میں ہر ہائی نس ماؤچی آرام فرما رہی تھیں۔

ایک ڈرائنگ روم سے گزر کر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں شاید پہلے ہی سے مہمانوں کے لیے بستر وغیرہ لگائے جا چکے تھے۔

''اگر اجازت ہو تو میں ایک مشورہ دوں؟'' موگارو نے ایک آرام کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''فرمایئے۔'' خان نے جیب سے سگریٹ نکال کر جلاتے ہوئے جواب دیا۔

''اس کے باوجود کہ یہ مقام محفوظ اور دوسروں کے لیے نامعلوم ہے، بہتر ہوگا کہ صرف آج کی رات کے لیے اس بنگلے کے باہر چند آدمیوں کی خفیہ گشتی نگرانی قائم کر دی جائے کیوں کہ کل تو ہمیں بہر حال یہاں سے روانہ ہی ہو جانا ہے۔ جو کچھ خطرہ ان پراسرار دشمنوں سے یہاں ہو سکتا ہے، وہ آج ہی ہو سکتا ہے۔'' موگارو نے کہا۔

''خیال تو برا نہیں۔'' خان نے تائید کی۔

''آج کی رات خیریت سے گزر گئی تو ہمیں اپنے سفر کے لیے بھی بڑی حد تک

اطمینان ہوجائے گا۔''موگارو نے امید افزا لہجے میں کہا۔

''ہم بہر صورت ابھی ہندوستان میں ہی ہیں۔ یہاں وقتِ ضرورت پولیس سے ہر قسم کی مدد لی جاسکتی ہے اور پھر ہم لوگ ہی کیا کم ہیں۔''خان نے جواب دیا۔

''سوال یہاں تعداد یا طاقت کا نہیں، بل کہ گفتار کے طریقے ہمیشہ بہت پراسرار اور الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ کب کیا کرے گا، یہ سمجھنا بھی تو آسان نہیں ہے۔''موگارو نے بتایا۔

''ایسا ہی ہے تو دو آدمی میں اپنے لگا دیتا ہوں باہر کی نگرانی پر اور دو آدمی آپ لگا دیجیے۔ اس طرح چار آدمی شب بے دار کر کے چاروں طرف سے بنگلے کی نگرانی کریں گے۔''خان نے تجویز کیا۔

''میں نے دروازے پر بھی دو مسلح آدمیوں کا پہرا لگوا دیا ہے۔ اب صرف اطراف کی نگرانی کا معاملہ رہ گیا ہے۔ اسے آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر کیے لیتے ہیں۔''موگارو نے تائید کی۔

''اور ہم خود بھی ایک رات جاگ کر اس امانت کی حفاظت کریں گے۔ آنے والے کی تو ایسی کی تیسی۔ کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے اتنی نگرانی میں کسی کا دخل انداز ہونا۔ ہم سالوں کو بھون بھون کر کھا جائیں گے۔''بالے نے بڑ ہانکنی شروع کر دی۔

''معلوم نہیں تھا کہ آپ آدم خور بھی ہیں۔''رؤف نے اسے ٹوک دیا۔

''حرام خور تو نہیں ہوں تمہاری طرح۔''بالے اس کی طرف جھک کر بولا۔

''کیا مطلب؟''رؤف سنجیدہ ہوگیا۔

''ایک حرام مونچھ کا حرام خور ہونا ضروری ہے، کیوں کہ منہ ہمیشہ مونچھ کے نیچے واقع ہوتا ہے۔''بالے نے دلیل پیش کی۔

''اسرار، تم اور ابراہیم اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ باہر نگرانی رکھو۔ رؤف، تم

کھپریل سے ملی ہوئی کھلی چھت پر اور بالے، تم ماؤنچی کے پاس سے۔'' خان انھیں ہدایت کرنے لگا۔

''ہر ہائی نس ماؤنچی، پلیز۔'' موگارو نے مؤدب لہجے میں اسے ٹوک دیا۔

''آئی ایم ساری۔'' خان نے اس کی طرف دیکھ کر معذرت کی۔ ''ہاں تو تم ہائی نس ماؤچی کے پاس سے ایک منٹ نہیں ہٹو گے۔''

''رفع حاجت وغیرہ کے لیے بھی نہیں؟'' بالے نے معصومیت سے پوچھا۔

''مجھے یا ماسٹر موگارو کو خبر کرنے کے بعد۔'' خان یہ کہہ کر کمرے کے ایک مثلث صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

''مسٹر موگارو، سردی تو کافی ہے یہاں۔'' اس نے اپنے ٹھنڈے ہاتھوں کو ملتے ہوئے موگارو سے کہا۔

''ایسی زیادہ تو نہیں، ویسے آپ کہیں تو آتش دان گرم کرادوں۔'' موگارو نے جواب دیا۔

''ہاں، کیا حرج ہے۔'' خان نے جوتوں سمیت پیر پھیلاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

چناں چہ موگارو کا اشارہ پاتے ہی اس کا ایک نائب فوراً آتش دان روشن کرنے کا انتظام کرنے لگا۔ آتش دان اس مثلث نشست سے تقریباً تین فٹ کے فاصلے پر داہنی سمت کی دیوار میں بنا ہوا تھا۔ وہ شاید مدت سے استعمال نہیں کیا گیا تھا، کیوں کہ اس میں راکھ تک باقی نہ تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

چمنی میں کتا

تقریباً رات کے گیارہ بجے تک ایک بستی سے علاحدہ اور سُونے مقام پر ایک بھیانک قسم کا سکوت مسلط تھا، البتہ باہر کھڑے ہوئے کنیر کے درختوں میں کبھی کبھی سرسراہٹ کی آواز سنائی دے جاتی، ممکن ہے چوہے چھچھوندر یا پھر مینڈک، سانپ وغیرہ ہوں۔

جھینگر مختلف سمتوں سے آپس میں سر ملا کر ٹرٹر لگائے ہوئے تھے۔ اور بیچ بیچ میں کبھی مینڈک کی بھدی آواز بھی اس میں شامل ہو جاتی۔ یہ ایک سمت میدان، ایک سمت ٹیلے اور دو سمت کنیر اور خودرو درختوں سے گھرا ہوا چھوٹا سا بنگلا رات کے تاریک سناٹے میں لحظہ بہ لحظہ زیادہ پر ہول ہوتا جا رہا تھا۔ خان اور ان کے ساتھیوں کو گفتار کی نامعلوم پراسرار شخصیت کا اس قدر خوف یا احساس نہ تھا، جس قدر موگا روا اور اس کے ساتھیوں کو۔ وہ چوکنے بھی تھے اور خوف زدہ بھی۔ اور بالے کے لیے شدید قسم کی ذہنی جھنجلاہٹ کا سبب۔ وہ محض ایک بلی تھی جس کے لیے انسانی جانیں تک خطرے میں نظر آ رہی تھیں۔ ایک بلی، جس کی تقدیر شاید ایک ملک کے ہزاروں لاکھوں انسانوں سے بہتر تھی۔ کہ وہ ایک چھوٹی سی سلطنت کے تخت و تاج کی وارث تھی۔ لامدوس کی ولی عہد، واجب الاحترام، سنہری بلی، ہر ہائی نس ماؤنچی۔

"مم... ماؤنچی۔" بالے بڑبڑانے لگا۔

موگا روا اس وقت ان لوگوں کے شب بے داری میں لطف دینے والی بہترین کافی تیار کرانے چلا گیا تھا اور اس کا ساتھی دروازے کے باہر دوسرے کمرے میں شاید پہرہ دے رہا تھا۔ اس کمرے کی چھت جو بنگلے کے کھپریل کی پچھلی سمت تھی، پختہ تھی، جس پر روف کے بھاری قدموں کی آہٹ کبھی کبھی سنائی دے جاتی۔ بالے کو اس وقت اس بڑی مونچھوں والے بچے پر ترس آ رہا تھا جو اس سرد رات میں اس سنسان بنگلے کی شاید کبھی استعمال نہ ہونے والی

چھت پر ٹھنڈی ہوا سے لڑ رہا تھا۔

''میاؤں...'' ماؤنچی نے اس کا سلسلہ فکر منقطع کر دیا۔

''یس، یور ہائی نس۔'' بالے بلی کی طرف جھک گیا۔ وہ اس وقت ایک لمبی سی انگڑائی لے کر اپنی ٹوکری نما خواب گاہ سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بھنی ہوئی مچھلیوں کا ڈبہ ایک طرف کھلا رکھا تھا۔

''کوں اوں...'' بلی نے معصوم نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر آہستہ سے جواب دیا۔

''کوں اوں...'' بالے نے دہرایا۔

''کیا چہل قدمی فرمانا چاہتی ہیں آپ؟'' وہ اس سے باتیں کرنے لگا۔

خان آتش دان کے پاس اپنی جگہ لیٹا ایک آنکھ کھو کر اس کی حرکتیں دل چسپی سے دیکھ رہا تھا۔

''اوں...'' بلی نے پھر کہا۔

''مجھے افسوس ہے، ملکۂ عالیہ، باہر کرفیو آرڈر لگا ہوا ہے اور آپ کے نمک حلال سب گدھے بیچ کر سو رہے ہیں۔'' وہ اس سے نظریں ملا کر دیکھنے لگا۔ بلی نے آنکھیں مچکا کر پھر 'اوں' کر دی۔

''اوں...'' بالے نے دہرایا۔ ''باپ رے، یہ کیا حرکت ہے حضور کی؟'' یہ کہتا ہوا وہ کھسک کر خان کے قریب آ گیا۔

''اب کیا میرا مغز چاٹنا ہے؟'' خان نے آنکھیں کھول کر اسے ڈانٹا۔

''بڑا سنجیدہ مسئلہ ہے، قبلہ۔'' وہ اس کے پیتانے ہی بیٹھ کر سرگوشی کے لہجے میں بولا اور خان اس خیال سے متوجہ ہو گیا کہ کہیں اس نے کوئی نئی بات تو نہیں دیکھی۔

''کیا ہے، بکو؟''

Akram Allahabadi

''بکتا نہیں فرماتا ہوں کہ آپ اپنی اس شہزادی صاحبہ کو سمجھا لیجیے ورنہ ناک کٹ جائے گی آپ کی۔''بالے نے آہستہ آواز میں کہنا شروع کیا۔

''کیا واہیات ہے؟''

''واہیات نہیں ہیات ہے ہیات۔آپ کو کیا معلوم وہاں کیا ہو گیا؟''

''کیا؟''

''آپ کی واجب الاحترام ماؤنچی نے ابھی مجھے آنکھ ماری تھی۔''بالے سنجیدگی سے بولا۔

''سور۔''خان نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ جڑ دیا۔مگر ہنسی اس کی پھر بھی چھوٹ گئی۔

''یعنی کہ آپ مجھے مار رہے ہیں۔قصور آپ کی شہزادی کا ہے۔بخدا مرے دل میں ذرہ برابر کھوٹ نہیں ہے۔''بالے نے صفائی پیش کی۔

''مردود، وہ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔''خان نے اسے دبی زبان سے ڈانٹا۔

''کہیں گے کیا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''کیا؟''

''میں ایک شان دار بلا پالوں گا، جغادری قسم کا اور اسے جلدی سے جوان کر کے...''

''بند کرو بکواس۔''

''واہ تو گویا شہزادی لامدوس جنم بھر کنواری رہے گی۔''

''پھر وہی۔''

''میں قطعی شرعی گفتگو کر رہا ہوں۔بڑے بوڑھے کہتے آئے کہیں کہ کنواری بیٹی کو زیادہ دن گھر میں بٹھانا ٹھیک نہیں۔''

''حلیہ بگاڑ دوں گا تمہارا۔''

''میرا حلیہ ربڑ کا بنا ہوا نہیں ہے۔''

Akram Allahabadi

اچانک وہ چھت پر کسی کے لڑھک کر گرنے کی آواز سن کر چونک پڑے۔

''بالے، سنبھال بلی کو۔'' یہ کہتا ہوا خان فوراً اٹھ کر دوڑتا ہوا دروازے سے نکل گیا اور بالے جیب سے پستول نکال کر بلی کے پاس آ بیٹھا۔ اس نے اس میں گولیاں بھرنا شروع کر دیں۔

''کیا ہوا؟ کیا ہوا؟'' موگارو گھبرایا ہوا سا آ پہنچا۔

''جو کچھ ہوا ہے، اوپر ہوا ہے، نیچے جملہ خیریت ہے۔'' بالے نے چھت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''سلا دو۔'' موگارو نے کسی کو آواز دی اور فوراً ہی اس کا ساتھی آ پہنچا۔ وہ بھی گھبرایا ہوا سا تھا۔

''باہر کیا ہوا؟''

''کچھ گڑبڑ ہے۔ راجا صاحب بھاگ کر اوپر گیا ہے۔'' پیچھے سے اس نے بتایا۔

''تم بھی جاؤ، جلدی دیکھو۔'' موگارو نے حکم دیا اور وہ آدمی اپنی کمر پر ہاتھ ڈالتا ہوا دوڑ کر باہر نکل گیا۔ شاید اس کی کمر میں کوئی خنجر لگا ہوا تھا۔

''دیوتا آ گا مو، اس مقدس امانت کو بچانا۔'' موگارو چھت کی طرف نظر کرے اپنے نامعلوم دیوتا سے دعا مانگنے لگا۔

چھت پر اسی وقت پھر کسی کے دوڑنے اور پھر گرنے کی آواز آئی۔ پھر جیسے کوئی کتا بھونکا اور اسی کے ساتھ ایک فائر کی آواز نے انھیں بری طرح چونکا دیا۔

بالے بے قراری سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اوپر کیا ہو رہا ہے۔ لیکن فائر کے فوراً بعد ہی آتش دان کی چمنی میں کوئی چیز پھسل کر نیچے کی طرف گرتی ہوئی آئی اور پھر ایک ہلکے سے دھماکے کی آواز سن کر موگارو اچھل پڑا۔ بالے فوراً آتش دان کی طرف دوڑ پڑا۔ گرنے والی سیاہ سی چیز نے دہکتی آگ کو ڈھانپ لیا تھا، مگر فوراً ہی کسی کے بالوں کے جلنے کی

Akram Allahabadi

سڑانڈ آنے لگی اور انھیں ناک پر رومال رکھنے پڑے۔

"باہر کھینچوا سے۔" بالے موگارو کو اشارہ کیا۔

لیکن اس سے پہلے وہ آگے بڑھیں، دہکتے انگاروں پر سے وہ سیاہ وجود لوٹتا ہوا آتش دان سے باہر آنے کی کوشش کرنے لگا اور بالآخر ایک کروٹ میں وہ باہر آ گرا۔اس کے بال اب تک جل رہے تھے۔

"کتا۔" موگارو چونک پڑا۔

یہ بلڈ ہاؤنڈ نسل کا ایک سیاہ فام کتا تھا یا پھر آتش دان کی چمنی کے اندر کی کالک نے اسے کالا کر دیا تھا۔

اس کے پیٹ کے پاس سے خون رس رہا تھا، شاید وہیں گولی لگی تھی۔ کتے نے فرش پر لڑھکنے کے بعد ایک بار سنبھلنے کی کوشش کی اور جیسے ہی اس کی نظر اس سنہری بلی پر پڑی، وہ اپنی ڈوبتی آواز میں بھی بھونکتے ہوئے اس پر جھپٹنے کے لیے ایک بار اٹھا اور پھر گر پڑا۔اس کا دم نکل رہا تھا۔

"تو یہ بات تھی۔" بالے پستول جیب میں ڈالتے ہوئے بڑبڑایا۔

"کیا؟" موگارو نے حیرت سے کہا۔

"ہر ہائی نس ماؤنچی کا مبینہ قاتل۔" بالے نے کتے کو ایک اور ٹھوکر مار کر کہا۔

"یہ... یہ کتا...؟" موگارو حیرت سے بولا۔"باپ رے۔ بڑی خیر کی دیوتا آگامو نے۔"

وہ اپنے ہی دیوتا کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ بے چاری بلی اپنی گول گول آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ کتے کو دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

دو منٹ بعد ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور سپرنٹنڈنٹ خان ایک ان جانے سیاہ فام آدمی کو گردن سے تھامے اندر کی طرف دھکیلتا ہوا داخل ہوا۔اس نے اس آدمی کو جھٹکے سے دھکیل

Akram Allahabadi

کرایک کرسی پر گرادیا۔وہ آنکھیں پھاڑ کران سب کی طرف دیکھنے لگا۔وہ بری طرح خوف زدہ نظر آرہا تھا۔

ذرا دیر بعد ہی اسرار اور ابراہیم بھی ہانپتے ہوئے آپہنچے۔

''وہ...وہ نکل گئے۔''اسرار نے اکھڑی سانس سے ساتھ کہا۔

''کیا کار بھی ان کے پاس ہے؟''خان نے پوچھا۔

''جی ہاں، ٹیلے کے اس طرف کھڑی تھی۔''ابراہم نے بتایا۔

''خیر جانے دو،ایک تو ہے ہمارے پاس۔''خان نے اپنا پستول جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

''تم لوگ اپنی نگرانی جاری رکھو ابھی۔ممکن ہے دوبارہ وہ کسی اور طریقے سے حملہ کریں۔''خان نے ان دونوں کو اشارہ کیا۔

''بھائی حرام مو نچھ تو خیریت سے ہیں نا؟''بالے نے پوچھا۔

''اس سور نے اس کے گلے میں پیچھے سے پھندا ڈال کر اس کے مرنے کا سامان تو کردیا تھا،مگر خیریت ہوئی کہ میں وقت پر پہنچ گیا۔''خان نے اس اجنبی کے داہنے گال پر ایک طمانچہ مارتے ہوئے بتایا۔

''اور اب؟''

''اب ٹھیک ہے،وہیں پہرہ دے رہا ہے۔''

''آپ ہر ہائی نس سے باتیں کیجیے، میں اس سالے کی خبر لیتا ہوں۔''بالے نے یہ کہہ کر ایک آستین چڑھالی۔یہ دیکھتے ہی وہ آدمی گلا پھاڑ کر اس طرح چیخنے لگا جیسے کسی قصائی کو دیکھ کر بکرا چیخے۔

''ابے وقت سے پہلے کیوں مرا جارہا ہے تو،ابھی تو میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تجھے۔''بال یاس کے قریب پہنچ کر بولا۔

''تو...تو...تم...مجھے مارو گے؟'' وہ خوف زدہ آواز میں بولا۔

''نہیں، جانِ من، تمہیں پیار کریں گے...اے لو...'' یہ کہہ کر واقعی بالے نے اس کا منہ چوم لیا اور بری طرح جھینپ گیا۔موگارو اور اس کے ساتھی ہنس پڑے۔

''اچھا، اب اگر تم سیدھے سیدھے یہ بتادو کہ تمہیں کس نے بھیجا تھا، کیوں بھیجا تھا اور تمہیں بھیجنے والے کہاں ہیں تو ہم تم کو اور بہت سا پیار کریں گے۔'' بالے نے نرم لہجے میں کہا۔

''بالے، کیا بے ہودگی ہے یہ؟'' خان نے اسے ڈانٹا۔

''مسکہ مار رہا ہوں، عالی جاہ۔'' بالے نے پلٹ کر جواب دیا۔

''اور نہیں بتاؤ گے تو میں تمہارا مربہ بنا کر ہر ہائی نس ماؤنچی کو کھلاؤں گا۔ مجھے ڈاکٹر آف مربہ سازی کی ڈگری ملے گی۔'' بالے نے بڑی نرمی سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔مگر جب اس آدمی نے جواب نہ دیا تو بالے کی انگلیوں کی گرفت اس کے بالوں پر سخت ہو گئی۔اس نے ایک زور کا جھٹکا دیا، جس کے ساتھ ہی وہ آدمی چیخ پڑا۔

''بتاؤ، بیٹے؟'' بالے نے پھر اسے چمکارا۔''نہیں بتاؤ گے؟'' اس دوسرا جھٹکا دیا۔ مگر ہو آدمی صرف دبی سی چیخ نکال کر رہ گیا۔تیسرے جھٹکے پر وہ گھبرا گیا۔

''وہ...وہ...مجھے مار ڈالیں گے۔'' اس نے اٹکتے اٹکتے کہا۔

''کون مار ڈالیں گے ہمارے ہوتے ہوئے؟''

''نہیں نہیں ... میں ... میں ... گامن دیوتا سے غداری نہیں کروں گا۔ وہ میرے پورے خاندان کو تباہ کر دے گا۔'' وہ آدمی پریشان ذہن کے ساتھ بڑبڑایا۔

''گامن دیوتا...؟'' خان نے سوالیہ نظروں سے موگارو کی طرف دیکھ کر دہرایا۔

''تباہی کا دیوتا، جس کا عظیم بت لامدوس کے ایک ویرانے میں کھڑا ہے۔اس کا سایہ جس پر پڑ جاتا ہے وہ لاپتا ہو جاتا ہے...شیطان گفتار اسی کا نائب کہلاتا ہے۔'' موگارو نے

Akram Allahabadi

بتایا۔

''تو کیا یہ آدمی بھی لامدوسی ہے؟'' خان نے حیرت سے دریافت کیا۔

''بالکل ... اور آپ کو شاید اس کی زبان پر حیرت ہو رہی ہے، لیکن ہم لامدوسی ہندوستانی زبان بہت اچھی طرح بولتے ہیں۔ آپ کے ہندوستانی بحری دستوں نے ساحلِ لامدوس پر جن کا مستقر ہے، لامدوسیوں کو ہندوستانی تہذیب سے بہت کچھ آگاہ کر دیا ہے۔ ویسے لامدوس کے موتیوں کے سوداگر اور ان کے آدمی کلکتہ جاتے رہتے ہیں۔ ہندوستان یا اس کی زبان ہمارے لیے غیر نہیں ہے۔'' موگا رو نے لکچر دینے والے انداز میں سمجھایا۔

''واقعی عجیب بات ہے، کیوں کہ ہم ہندوستانی لامدوس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔'' خان نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''ممکن ہے جنوبی ہند یا شمالی ہند کے لوگ اس کے نام سے بھی واقف نہ ہوں۔'' موگا رنے جواب دیا۔ ''بہر حال وہاں چل کر آپ خود دیکھ لیں گے کہ ہم لوگ تہذیب سے کس قدر قریب ہیں۔''

''نائی جی، نائی جی، بال کتنے؟'' بالے پلٹ کر بولا۔ ''لیکن یہ موقع اس بحث کا تو نہیں ہے؟'' اس نے خود ان کی بحث پر تنقید کی۔

''اے مسٹر۔'' بالے پھر اس آدمی کی طرف مخاطب ہوا۔ ''میں کاگن دیوتا کا چھوٹا بھائی جامن دیوتا ہوں، وہ حجامت کروں گا تمہاری کہ چچا چکھن یاد آجائیں گے۔ بتا و سیدھے سے۔'' یہ کہتے ہوئے بالے نے اپنا بائیں ہاتھ کا تھپڑ اس کے منہ پر اس زور سے مارا کہ وہ چکرا گیا۔ چند سیکنڈ تک تو وہ سکتے کے عالم میں ہی رہا۔ اس کے بعد اس کے منہ سے کراہ نکلی۔

''ایک اور...'' بالے نے دوسرا تھپڑ اٹھایا۔

''بب... بس کرو۔ مجھے اس طرح نہ مارو۔'' وہ التجا کرنے لگا۔

''تو پھر اگل دو نہ شرافت کے ساتھ۔'' بالے نے ہاتھ روک دیا۔

Akram Allahabadi

''وہ لوگ کہتے ہیں کہ گامن دیوتا کی سرزمین پر ہزاروں، لاکھوں انسانوں کے ہوتے ہوئے ایک حقیر جانور تخت پر نہیں بیٹھ سکتا۔

''بات تو کچھ ہے سوچنے کی، مگر...'' بالے بھی اس جملے پر کسی خیال میں الجھ گیا۔

''مگر تم الو کے پٹھے کیا ٹھیکے دار ہوں اس تخت و تاج کے؟'' بالے نے پھر موڈ بدل لیا۔ ''ہمیں صاف صاف بتاؤ، وہ لوگ کون اور کہاں ہیں؟ اور تم کیوں آئے تھے؟''

''میں اس کتے کو لے کر آیا تھا تا کہ وہ اس بلی کو ختم کر دے۔'' وہ بلی کو گھور کر بولا۔

''او بے ادب، ہر ہائی نس ماؤنچی کہو۔'' موگارو نے اسے غصے سے جھنجھوڑ کر ڈانٹا۔

''صاحب، کمال کی نوکری ہے اپنی بھی۔ یہ تو طوطا مینا کی کہانی ہوئی جا رہی ہے۔'' بالے جھنجلا کر خان کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہو سکتا ہے کہ کسی شہزادی کو کسی جادوگر نے جادو کے زور سے بلی بنا دیا ہو۔'' خان ہنس کر بولا۔

لیکن اس کے اس جملے پر نہ جانے کیوں موگارو اور اس کے ساتھی چونک سے پڑے۔ موگارو کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو مگر کہتے کہتے رک گیا۔

بالے نے تھرڈ ڈگری کے دو طریقے اور استعمال کیے اور اس آدمی نے گھبرا کر قبول دیا۔ اس نے بتایا۔ ''ایک سنہرے رنگ کی بالوں دار بلی کارنا نے جو گفتار کا خاص آدمی ہے پالی ہوئی ہے۔ روزانہ اس کتے کو بھوکا باندھ کر اس کے سامنے اس بلی کو اچھے اچھے کھانے دیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ کتا اس قدر دشمن ہو گیا تھا کہ اس کی آواز سنتے ہی بھونک بھونک کر زنجیر تڑانے لگتا۔ آج میرے سپرد یہی ڈیوٹی کی گئی تھی کہ میں اس کتے کو کسی طرح اس شاہی بلی کے سامنے پہنچا دوں جو آپ لوگوں کی حفاظت میں ہے اور یقیناً وہ آج زندہ نہ بچتی اگر نیچے گرنے کے باوجود کتے میں کچھ بھی جان رہ گئی ہوتی۔'' لیکن اس سے زیادہ اس نے کچھ نہیں بتایا۔ کارنا کے بارے میں اس نے کہا کہ وہ اور اس کے ساتھی ہوٹلوں میں قیام کرتے ہیں اور ہر

Akram Allahabadi

چند دنوں کے بعد بغیر کسی کو پتا بتائے قیام گاہ بدلتے رہتے ہیں۔آج بھی وہ اس پروگرام سے پہلے ہی کہیں منتقل ہو گئے اور اس سے صرف یہ کہا گیا تھا کہ اسے بعد میں ڈھونڈ لیا جائے گا۔

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ممکن ہے وہ اپنے دوسرے طریقے ناکام ہونے کے بعد آپ کی ہر ہائی نس ماؤنچی کو اپنی بلی سے بدلنے کی بھی کوشش کریں۔''خان نے دبی زبان سے موگارو سے کہا۔

''جی ہاں۔عین ممکن ہے۔''وہ پریشان ہو کر بولا۔

''خیر میں اس کا انتظام کروں گا۔سردست آپ اس آدمی کو اپنی حراست میں رکھیے۔''خان نے موگارو سے کہا۔

''بہتر ہے۔''موگارو یہ کہہ کر اس آدمی دھکیلتا ہوا اپنے ساتھ باہر لے گیا اور بالے ایک ٹھنڈی سانس کھینچ کر پھر بلی کے پاس آ بیٹھا۔

''یور ہائی نس،ہمیں آپ کی خاطر بہت جھک مارنی پڑ رہی ہے۔''وہ بلی سے بولا۔

''اوں اوں...''بلی نے ناک اوپر اٹھا کر دو تین سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

''لیجیے،شاید زکام ہو گیا آپ کی شہزادی بلی آرا کو۔''

''چپ رہو،وہ لوگ سمجھیں گے کہ تم ان کا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''مذاق کوئی پتنگ نہیں ہے کہ میں اڑانے لگوں۔آپ اپنی اردو درست فرمایے۔''

''مار کھانے کو جی چاہ رہا ہے؟''

''مجھے صرف کافی چاہیے،کیوں کہ چڑی کا غلام ہوں۔''

''مجھے تو اب واقعی ان حالات کے پیچھے کوئی گہرا راز معلوم ہو رہا ہے۔''

''میں نے اس راز کے اندر جھانک کر نہیں دیکھا ہے۔''

''اچھا تو اپنی بکواس بند کر کے خوشی سے اس کی حفاظت کرو،میں ذرا دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔''خان نے ٹیکنے صوفے پر لیٹتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

مگر بالے نے اسی وقت گانا شروع کر دیا۔ "میرا جوتا ہے جاپانی۔۔۔ اور یہ بلی میری نانی۔۔۔ سر پہ لال ٹوپا مخمل کا اور۔۔۔"

"شٹ اپ۔" خان نے سرہانے پڑی ہوئی ایش ٹرے کھینچ کر اسے ماری، مگر وہ پہلو بچا گیا اور ٹرے کھڑکی کے نزدیک جا کر دیوار پر پڑی اور کھڑکی کا شیشہ ٹوٹتے ٹوٹتے بچا۔

"اب آپ غیر قانونی حملہ کر رہے ہیں۔ پولیس کی نوکری میں چپ رہنے کا قانون کوئی نہیں ہے۔"

"اچھا تم رینکو گدھے کی طرح، الو۔"

"آدمی بیک وقت الو اور گدھا نہیں ہو سکتا۔"

"خدا کے لیے منہ بند رکھو ورنہ میں تمہاری مرمت کر دوں گا اٹھ کر۔"

"خیر رسمی طور پر بند کیے لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ پھر بلی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اب اپنے گدوں پر سو رہی تھی۔

باہر اب پھر پہلے جیسا بھیانک سکوت طاری ہو گیا تھا۔ چھت پر کبھی کبھی روف کے چلنے کی آہٹ سنائی دے جاتی۔ اسرار اور ابراہیم نیند سے بوجھل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر باہر کے اندھیرے میں اس آبادی سے علاحدہ پڑے ہوئے بنگلے کی نگرانی کر رہے تھے۔ موگارو کے آدمی مصروف تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بال بال بچے

چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح ساحلی سمندر میں کھڑے ہوئے جہازوں کے درمیان سے ان کا اسٹیمر اندھیرے کو چیرتا ہوا خلیج بنگال کو روانہ ہو رہا تھا۔ وہ ساحل ہی ساحل گنگون کی طرف سفر کر رہے تھے۔ اسٹیمر کا انتظام سرکاری نگرانی میں پہلے سے کیا جا چکا تھا، حالاں کہ اس کی سروس کے ذمے دار صرف لامدوس کے آدمی تھے۔ نہ جانے کیوں خان اس سفر سے مطمئن نہ تھا، اس لیے اس نے اسٹیمر کے عرشے پر چاروں طرف کڑی نگرانی قائم کر دی تھا۔ ان کے ہاتھوں میں دوربینیں اور ٹارچیں تھیں۔ ہندوستان کی سمندری حدود سے نکلنے کے بعد خطرے کے امکانات بڑھ گئے تھے۔

بلی ایک حقیر جانور سہی، لیکن اس کی حیرت انگیز اہمیت مسلمہ تھی جس کی وجہ سے خود سرکاری طور پر اس جیسے مصروف سراغ رساں افسر کی خدمات مستعار لی گئی تھیں اور جس کے لیے خود کلکتے میں ایک اتنا بڑا قافلہ منتظر اور اس کے پراسرار دشمن مصروفِ سازش تھے۔ غور سے سوچنے پر بھی چند ان جانے آدمی خوف ناک نگاہوں سے ان کی طرف گھورتے دیکھ گئے تھے۔ صورتِ حال بہر حال اس سمندر میں ہوتے ہوئے بھی اطمینان بخش نہ تھی۔ موگارو کو بھی کسی نامعلوم حملے کا خوف تھا۔ ویسے خان نے اپنی ذمے داری پر کلکتے کے پولیس آرمز ڈپو سے ایک مشین گن بھی لے لی تھی، لیکن زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ بالے ان کے ساتھ نہ تھا۔ تقریباً سب ہی بالے کے بارے میں دریافت کر کے رہ گئے، لیکن خان نے انھیں منع کر دیا کہ وہ اس کے غائب ہونے کا تذکرہ تک نہ کریں اور سب خاموش تو ہو گئے، لیکن فکر سب کو تھی، کیوں کہ ساتھی ہونے کے علاوہ وہ پارٹی میں سب سے زیادہ دل چسپ شخصیت بھی اسی کی تھی۔

ان کا اسٹیمر اس وقت برِ صغیر وائر لائز میں داخل ہو رہا تھا اور یہاں ہندوستانی بحری

گشتی نگرانی ختم ہو جاتی تھی۔ یہاں سے انھیں بعید از قیاس خطرات بھی پیش آ سکتے تھے اور یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی بات نہ ہو۔ ان میں ہر ایک ایک غیر محسوس تذبذب کا شکار تھا۔ اسٹیمر پر خان، اسرار، ابراہیم اور رؤف کے علاوہ موگار واور اسکے سات آدمی اور اسٹیمر کا چھ افراد پر مشتمل عملہ تھا۔ بھنی ہوئی مچھلیوں کا گوشت اور کلکتے کی بندرگاہ سے حاصل کی گئی عمدہ برانڈی موگار واور اس کے آدمیوں کو بڑا لطف دے رہی تھی۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر نظر آتے تھے۔ اسٹیمر کا عملہ بھی اس نیک دعوت میں ان کا شریک تھا، لیکن خان اور اس کے ساتھیوں نے صرف کافی پر اکتفا کی۔

یہ تمام مشغلے آدھی رات تک جاری رہے۔ اس کے بعد وہ سب ہی اونگھنے لگے اور سوائے اسٹیمر کے اگلے عملے کے، جو شاید نشے کی کیفیت میں بھی ڈیوٹی پر مستعد رہنے کا عادی تھا، باقی تمام لوگ ڈک اور تہ خانے کی آرام گاہ میں جا کر سو گئے۔ گذشتہ شب بے داری کی وجہ سے وہ تھکے ہوئے بھی بہت تھے اور پھر نشہ تو خود ایک نیند ہوتا ہے۔

تقریباً آدھی رات کے بعد اچانک ایک عجیب سی چیز ظہور میں آئی جس نے خان کو ڈک کے ایک سرے پر فولادی کرسی پر بیٹھے بیٹھے چونکا دیا۔ اسرار، ابراہیم اور رؤف کو اس نے ڈک پر چاروں طرف لمبی پانچ سیل والی نارچوں کے ساتھ نگرانی پر لگا دیا گیا تھا۔ یہ نارچیں اور دوسری سرچ لائٹیوں کے علاوہ جو اسٹیمر پر آگے اور پیچھے نصب تھیں، لیکن ابھی تک ان میں سے کام نہیں لیا گیا تھا۔

خلاف توقع اسٹیمر سے کچھ دور پانی میں کچھ شور ہوا اور پھر پانی اچھل کر بیٹھ گیا۔ خان نے نارچ کی تیز روشنی میں دیکھا، لیکن سمجھ میں نہ آنے پر پچھلی سرچ لائٹ روشن کرا دی گئی۔ اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اسٹیمر سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر کوئی چیز پانی میں تیرتی چلی آ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی چیز سے اسٹیمر سے بندھی ہوئی ہو اور اگر اس کی وجہ سے اسٹیمر کو جھٹکا نہ لگتا تو شاید خان اسے کسی سمندری مچھلی کی تڑپ سمجھ کر نظر انداز کر دیتا۔

''سلو، پلیز۔'' خان حلق پھاڑ کر چیخا۔جس کے ساتھ ہی اسٹیمر کی رفتار کم ہوگئی۔اس نے دیکھا رفتار سست ہونے سے جو جھٹکا لگا اس سے وہ چیز اسٹیمر کے قریب آنے لگی۔

خان کو اچانک نہ جانے کیا خیال آ گیا کہ وہ اوورکوٹ ایک طرف پھینکتے ہوئے بش کوٹ اور پتلون بھی اتار کر بش کوٹ کی جیب سے کوئی چمک دار چیز نکالتا ہوا پانی میں کود پڑا۔ اس نے اسٹیمر اور اس چیز کے درمیان پانی میں غوطہ لگایا اور پھر چند سیکنڈ تک اس کا پتا نہ چلا۔ رؤف، اسرار اور ابراہیم بھی آواز سن کر اس طرف آ پہنچے تھے۔اسرار سے نہ رہا گیا، وہ بھی کپڑے اتار کر پانی میں کود گیا۔اسٹیمر کی رفتار اور سست کر دی گئی۔

اور ایک منٹ بعد لوگوں نے دیکھا کہ اسٹیمر کے پیچھے دوڑنے والی وہ سیاہ سی چیز اب حرکت نہیں کر رہی۔

دوسرے لمحے پانی سے خان اور اسرار کے سر ابھرے۔رؤف نے دوڑ کر اوپر سے رسی کی سیڑھی لٹکا دی اور وہ پانی میں شرابور اوپر چڑھ آئے۔جہاز کا ایک آدمی عقل مندی سے کام لیتے ہوئے ایک موٹا سا تولیہ اٹھا لیا تھا، کیوں کہ رات کے وقت پانی سے نکلتے ہی جسم کو فوراً خشک کرنا ضروری تھا۔

''اسپیڈ، پلیز۔'' خان دوبارہ چیخا۔اور اس ہدایت کے ساتھ ہی اسٹیمر کی رفتار پھر تیز ہوگئی اور وہ سیاہ سی چیز سمندر میں دور چھوٹتی گئی۔

بدن خشک کر کے کپڑے پہنتے ہوئے وہ دونوں وہیں بیٹھ گئے۔ابراہیم دوڑ کر گرم کافی لے آیا۔

''اگر ذرا اور غفلت برتی جاتی تو اسٹیمر ہوتی نہ ہم۔'' خان نے کہنا شروع کیا۔اسٹیمر کا انچارج آفیسر بھی حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''شاید ہمارے نامعلوم دشمنوں کو اس اسٹیمر کے اوپر آنے کا موقع نہیں مل سکا اس لیے اس کے پیچھے کہیں راستے سے دھماکا خیز ڈرم باندھ دیا گیا تھا جو کسی بھی جگہ اسٹیمر کے رکنے یا

Akram Allahabadi

پھر کسی طوفانی موج کے تھپیڑے سے اسٹیمر سے ٹکراتے ہی اس کے پرخچے اڑا دیتا۔ برما پر جاپان حملے کے دوران باغی برمیوں اور آزاد ہند فوج کے مخالف جاپانی دہشت انگیز گروپ نے دشمن کی کشتیوں اور اسٹیمروں کو اڑانے کا یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔'' خان نے بتایا۔

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔'' رؤف نے اپنی ایک مونچھ پر بل دیتے ہوئے نامعلوم دشمنوں پر غیض وغضب کا اظہار کیا۔

''کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟'' موگارو بھی گھبرایا ہوا آپہنچا۔ شاید اس کا نشہ کافور ہو چکا تھا، لیکن قدم اب بھی لڑکھڑا رہے تھے۔

''کچھ نہیں، سب ٹھیک ہے۔ تم جا کر آرام کر۔'' خان نے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے جواب دیا۔

''آرام کروں...؟'' وہ ہچکی لے کر بولا۔ ''کیسے آرام کروں؟... ہچ۔ ہر ہائی نس ماؤنچی تو خیریت سے ہیں نا... ہچ۔''

''ہاں۔ وہ اسی صندوق میں محفوظ ہیں۔'' خان نے آہستہ سے جواب دیا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے دراصل... ہچ... دراصل تھوڑی سی پی لی ہے... ہچ... آپ برا تو نہیں مانے...'' وہ خان سے بولا۔

''نہیں، تکان رفع کرنے کے لیے برانڈی بری چیز نہیں۔''

''آپ بہت... ہیم... اچھے آدمی ہیں... بہت اچھے... دیوتا آگاموآپ کو اونٹ سے بڑی عمر دے۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں دعا دینے لگا۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تم اب جاؤ۔'' خان نے اسے زبردستی رخصت کر دیا۔

''میرا خیال ہے سمندری راستے وہ وہ ہمارے پیچھے نہیں آئے۔ ممکن ہے کہ رنگون میں ان سے ملاقات ہو۔'' خان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''کیا آپ رنگون میں ٹھہریں گے؟''

Akram Allahabadi

''مجھے صرف وہاں سے گزرنے کی اطلاع ہندوستانی سفارت خانے کو دینی ہے۔ ممکن ہے کوئی مزید ہدایت آئی ہو۔'' وہ بولا۔

''یہ جگہ ہمارے لیے بہت زیادہ غیر محفوظ ہوگی۔ یہاں یقیناً اور زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔''

''وہ برتیں گے ہی، لیکن اسرار اور رؤف، تم دونوں وہاں پہنچ کر بندرگاہ پر ایس ایس دوارکا کا انتظار کرنا۔ یہ جہاز یا تو پہنچ گیا ہوگا یا لمبے راستے سے ہمارے بعد پہنچے۔''

''کوئی خاص بات ہے کیا؟'' رؤف نے پوچھا۔

''مجھے یقین ہے کہ دشمنوں نے رنگون میں اپنا پورا پروگرام بنا رکھا ہوگا اور ہم بظاہر وہاں ہتھیار ڈال دیں گے۔'' خان نے بتایا۔

''میں سمجھا نہیں؟'' اسرار نے کہا۔

''یعنی کہ وہ مقدس بلی ان کے حوالے کر دیں گے۔'' خان نے انھیں چونکا دیا۔

''ان کے حوالے کر دیں گے؟'' وہ حیرت سے منہ کھول کر بولے۔ ''یعنی کے کیے دھرے پر خود خاک...''

''جو کہہ رہا ہوں وہ کرو، اور دیکھتے جاؤ۔'' خان کے فیصلہ کن الفاظ نے انھیں خاموش کر دیا۔

''او کے، باس۔'' اسرار نے سر جھکا لیا اور رؤف بھی خان کا موڈ پہچان کر کھسک گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شعلوں کا حملہ

رنگون، بمبئی کی طرح بین الاقوامی شہر جس میں یورپ وایشیا کے تقریباً تمام ہی ملکوں کے باشندے کہیں نہ کہیں نظر جاتے تھے۔ برما کا دارالخلافہ ہی نہیں بلکہ اس مملکت کا سب سے خوب صورت اور گھنی آبادی والا شہر تھا۔ یہاں کے لوگ روسی عورتوں کی طرح سروں پر رومال باندھے نچلے بدن پر تہبند اور اوپری حصے پر ڈھیلے کرتے پہنے بازاروں اور گزرگاہوں میں اس طرح نظر آتے تھے جیسے رنگ برنگے کپڑوں کی نمایش ہو رہی ہو۔ کلکتہ سے ہوتا ہوا بمبئی کا جہاز ایس ایس دوارکا یہاں پہنچ چکا تھا اور اس کے تمام مسافر اگرچہ گودی کے علاقے کو خالی کر چکے تھے، لیکن ایک ادھیڑ عمر کا انڈونیشی مسافر جس نے سفید سوٹ پر کالی ٹوپی پہن رکھی تھی، ایک چھوٹی سی بلی کی زنجیر ہاتھ میں تھامے ابھی تک ڈاک وال پر ہی ٹہل رہا تھا۔ اس کی بلی کا رنگ سیاہ اور آنکھیں زرد تھیں اور اسے بڑے مسخرے انداز میں اس نے سجایا ہوا تھا۔ جنوبی ہند کی فیشن پرست لڑکیوں کی طرح اس کے سر پر دونوں کانوں کے درمیان ہلکے گلابی ریشمیں ربن بندھے تھے اور گلے میں نکلس نما کارچوبی کاپٹا۔ اس کے چاروں پیروں میں باریک باریک رو پہلی گھنگرو بندھے تھے۔ جب وہ دوڑنے لگتی تو ان کی نقرئی جھنکار بڑی بھلی معلوم ہوتی۔ اس انڈونیشی مسافر کے ہاتھ میں ایک انگریزی کا میگزین تھا جسے وہ ٹہل ٹہل کر پڑھ رہا تھا، مگر اس کی نگاہیں بار بار ساحلِ سمندر کی طرف اٹھ جاتیں۔ کبھی کبھی وہ گودی پر موجود آدمیوں کا جائزہ لینے لگتا اور ڈاک وال نمبر ۳ کی بیرونی ٹی اسٹال پر لیٹے ہوئے تین آدمیوں کو تو وہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ ان میں سے دو گندمی رنگ کے کسی قدر چپٹے چہرون والے آدمی تھے اور ایک موٹے ہونٹوں والا تنومند سا سیاہ آدمی۔ وہ بڑی دیر سے اسی اسٹال میں کرسیوں پر بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ دوپہر کو بارہ بجے ساحل سمندر میں دور سے T-8 نمبر کا اسٹیمر تیرتا نظر آیا۔ وہ انڈونیشی اسے

دیکھتے ہی چونک پڑا۔لیکن بظاہر اس کی طرف سے قطعی لاپرواہی برتتے ہوئے وہ گودی میں ٹہلنے لگا۔وہ تین آدمی جو ٹی اسٹال پر بیٹھے تھے اس اسٹیمر کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے،لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے،تیسری گودی کا داخلی دروازہ کھل گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آنے والے برمی پولیس کے افسر اور مسلح سپاہی تھے۔ان میں سے ایک افسر نے ڈاک وال پر موجود ایک پورٹ آفیسر سے کچھ گفتگو کی اور اس کے بعد وہ ڈاک وال پر اور اس کے شیڈ میں پھیل گئے۔وہ تینوں پراسرار آدمی برمی پولیس کو دیکھ کر وہیں ٹی اسٹال پر پھر بیٹھ گئے اور بظاہر ان حالات سے غیر متعلق ہوکر اپنی باتوں میں مصروف ہوگئے۔برمی پولیس آفیسرز نے پنڈلیوں تک اونچی تہبند پر چوخانے دار لمبے کوٹ پہن رکھے تھے۔ان کے پیروں میں لانگ بوٹ تھے اور سروں میں ملٹری ٹائپ کشتی نما ٹوپیاں،جن پر رنگین فیتے لگے ہوئے تھے۔سپاہیوں کے لباس سادا تھے۔ان میں سے دو کے پاس اسٹین گن اور باقی کے پاس بندوقیں اور پستول تھے۔

تقریباً ۴۵ منٹ میں وہ اسٹیمر T-8 کنارے سے آلگا۔اسٹیمر سے سب سے پہلے موگارو اور اس کے آدمی اترے،ان کے بعد اسٹیفس کے حلقے میں وہ جالی دار صندوق لیے،جس میں تاج وتخت لامدوس کی واجب الاحترام بلی موجود تھی،راجا صاحب باون گاؤں کے لباس میں سپرنٹنڈنٹ خان نیچے اترے۔اسے دیکھتے ہی برمی پولیس اٹینشن ہوگئی۔

”ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم حضور راجا صاحب اور ان کے آدمیوں کی تا قیام رنگون حفاظت کریں۔“ایک برمی پولیس آفیسر نے خان کے سامنے آکر مؤدب لہجے میں کہا۔

”شکریہ۔“ یہ کہہ کر راجہ صاحب نے غور سے اس انڈونیشی کی طرف دیکھا جو ایک کھمبے کے پاس کھڑا انھیں گھور رہا تھا۔اس کی انگلیوں میں سگریٹ دبی ہوئی تھی۔اس نے ایک بار مخصوص انداز سے سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے دو انگلیوں سے اس ٹی اسٹال کی طرف اشارہ کیا اور پھر ٹہلنا شروع کیا۔

”وہ پہلے آپ ان تین آدمیوں کو حراست میں لے لیجیے جو اس ٹی اسٹال پر بیٹھے

Akram Allahabadi

ہوئے ہیں۔اور جب تک کہ ہم لوگ دوبارہ یہاں سے روانہ نہ ہو جائیں انھیں کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔'' راجا صاحب نے اس برمی پولیس افسر سے کہا۔

''ان تین آدمیوں کو..مگر...؟'' برمی نے سوال کرنا چاہا۔

''اگر آپ واقعی ہماری حفاظت ہی کرنا چاہتے ہیں تو جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کیجیے۔'' خان نے اس سے کہا۔

''بہتر ہے۔'' وہ یہ کہہ کر پلٹ گیا۔

''مگر دیکھیے، پہلے دروازے پر آدمی بھیج دیجیے تا کہ وہ لوگ بھاگ نہ سکیں۔'' خان نے جاتے جاتے اسے تاکید کی۔

لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔برمی سیکیورٹی آفیسر نے اپنے تین آدمیوں کو اشارہ کرلیا اور انھوں نے ٹہلتے ہوئے ٹی اسٹال تک جا کر اچانک ان تینوں پر ہاتھ ڈال دیے۔وہ لوگ اس غیر متوقع گرفتاری سے سکتے میں رہ گئے۔پولیس نے انھیں اس گرفتاری کے کوئی اسباب نہیں بتائے اور پولیس وین میں بھر کر شہر کی طرف بھیج دیا۔

خطرے کی بو بندرگاہ پر ہی محسوس ہوگئی تھی اور یہ یقینی بات تھی کہ ان تینوں آدمیوں کی گرفتاری سے ان کے نامعلوم ساتھی ضرور باخبر ہوں گے۔اس لیے یہی طے کیا گیا کہ بندرگاہ کے قرب و جوار میں کسی محفوظ مقام پر قیام کر کے نئے انتظامات کر لیے جائیں۔چناں چہ وائر روڈ کے ایک سپاہیوں کے ہوٹل ڈی لکس میں وہ عارضی طور پر ٹھہر گئے۔یہ انتظام بھی دراصل برمی سیکیورٹی پولیس کی وساطت سے ہی کیا گیا تھا۔اس لیے انھیں کوئی دقت نہیں پیش آئی۔باہر سخت خفیہ نگرانی قائم تھی اور اس وقفے میں خان اور اس کے ساتھیوں کے لیے اپنا میک اپ تبدیل کرنا ضروری تھا۔ویسے بھی اگر عام لوگوں کو شک نہ بھی ہو،تو بھی لامدوس کی بلی کے پراسرار دشمنوں کو یقین کی حد تک شبہ ہو ہی چکا تھا،اس لیے یہاں سے نیا رخ اختیار کرنا ضروری تھا۔کیوں کہ اس کیمپ کے بعد ان کی اگلی منزل مقصود جزیرۂ لامدوس ہی تھا۔

برمی سیکیورٹی آفیسر حدی المقدور مدد کر رہا تھا۔ چناں چہ دو گھنٹے کے اندر اندر خان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے میک اپ کر لیے۔ اب وہ مچھلیوں کا شکار کرنے والے سمندری ملاحوں اور ٹھیکے دار شکاری کے روپ میں تھے۔ برمی ملاحوں کے نجی لباس جو استعمال شدہ اور گندے تھے، انھیں سیکیورٹی آفیسر نے فراہم کر دیے تھے۔

ہوٹل کے پچھلے بند دروازے کو کھلوا کر ایک بند ٹیکسی میں سیکیورٹی آفیسر نے انھیں روانہ کر دیا۔ ان کے ساحلی علاقے میں مچھیروں کے نیم پختہ مکانات والی بستی میں ایک مکان کا انتظام فوری طور پر ہو گیا تھا۔

یہ مکان چاروں طرف سے ناریل کے درختوں اور جنگلی جھاڑیوں سے محفوظ اور آبادی سے قدرے علاحدہ تھا اور اس کے نزدیک وہ کھاڑی تھی جہاں سے مچھلیوں کے شکاری سیاح چھوٹی بڑی موٹر بوٹس کرائے پر لے کر شکار پر جاتے تھے۔

اسٹیمر T-20 اب تک گودی میں موجود تھا اور روانگی کا وقت رات کے اندھیرے میں ساڑھے گیارہ بجے مقرر کیا گیا تھا۔ کل آدمیوں کو دو پارٹیوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ خان، اسرار اور ابراہیم اور رؤف مع موگارو اور اس کے تین ساتھیوں کے ایک پارٹی میں بٹ گئے تھے اور موگارو کے باقی چار آدمی گلارو کی سپردگی میں ابھی اسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ سیاہ بلی کا انڈونیشی مال بالے ہی تھا جو دوارکا کے ذریعے یہاں پہنچا تھا۔ اسے ابھی تک پارٹی سے علاحدہ رکھا گیا تھا۔

بالآخر رات کے اندھیرے میں ایک فرنٹ لائٹ سے سمندر کے سینے پر حدِ نظر تک پھیلی ہوئی گہری تاریکی میں باریک سی روشن لکیر بناتا ہوا اسٹیمر T-13 اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اس کی روانگی کے ٹھیک نصف گھنٹے بعد گودی سے نصف میل پر پتھریلے کٹاؤ کے درمیان والی کھاڑی سے ایک اور برق رفتار لیکن اس سے چھوٹا اسٹیمر جو برما کے سمندر میں ماہی گیری کی نجی فرموں کے زیرِ استعمال رہنے والے کرائے کے اسٹیمروں میں سے معلوم ہوتا تھا، سمندر کی موجوں پر رینگنے لگا۔

پچھلے اسٹیمر کا رخ شروع میں کسی قدر مختلف تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاید سمندر میں گشت لگا رہا ہے۔

اس کی اگلی ہیڈ لائٹس بھی بجھی ہوئی تھی۔ البتہ بہت دور سمندر میں T-13 کی روشنی جنوب مشرقی ساحلی سمندر کے دھند میں ڈوبے ہوئے خلا میں کسی چھوٹے زرد ستارے کی طرح کانپتی نظر آ رہی تھی۔ پچھلا اسٹیمر اندھیرے میں اسی کی روشنی کو شاید اپنا نشانہ منزل بنا کر تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ انتہا سمندر کے ملگجے پانی میں کبھی کبھی کوئی بھاری مچھلی تڑپ کر شور مچا دیتی اور موجوں کا بے ہنگم راگ کسی مردے کی طرح سوئی ہوئی فضا میں ایک بھیانک سی کپکپاہٹ پیدا کرتا ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جاتا، وہ سرے جو کہاں ختم ہوئے ہوں، کوئی نہ جانتا تھا۔ لہروں کے تموج اور مچھلیوں کے تڑپنے کی آوازوں میں پیچھے دوڑتے ہوئے اسٹیمر کی آواز مدغم ہو کر رہ جاتی۔ دونوں اسٹیمروں میں اب بمشکل نصف میل کا فاصلہ تھا۔

رات اسی طرح گزرتی رہی اور آگے پیچھے دونوں اسٹیمر سمندر کے سینے پر اسی طرح دوڑتے رہے۔ رات ڈھلنے کے ساتھ ساتھ سمندری ہوائیں اور تیز ہو گئی تھیں اور لہروں کا تموج بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر بھی کوئی ایسے آثار نہ تھے جن سے طوفان کا خطرہ ہو۔ البتہ ہواؤں کی سنسناہٹ کبھی کبھی کچھ ایسا سماں پیدا کر دیتی جیسے ظلمات کا کوئی خوف ناک دیو مغرب کی طرف سے آندھی کی طرح بڑھتا چلا آ رہا ہو اور یہ چیختی ہوئی بھاگتی ہوائیں اسی کا ہولناک پیش خیمہ ہوں۔

اور جس وقت رات ڈھلے یہ اسٹیمر کئی چھوٹے چھوٹے جزیروں سے پہلو بچا کر گزرتے ہوئے برمی سمندری حدود کو عبور کر چکے تھے، اس وقت ایک تیسرا شکاری اسٹیمر ان سے بہت پیچھے اپنی بتیاں بجھائے محض قطب نما کے بل پر بڑے سکون سے اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

پو پھٹنے میں اب بمشکل ایک گھنٹہ باقی رہا ہوگا کہ اچانک اسٹیمر T-13 کا پیچھا

کرنے والے اسٹیمر میں ایک زرد رنگ کی روشنی بھڑکی اور پھر اسٹیمر سے ایک بڑا سا شعلہ نکل کر کسی فضائی تارپیڈو کی طرح برق رفتاری سے T-13 کی طرف چلا۔

اب ان کا درمیانی فاصلہ زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ رہا ہوگا۔ خدا جانے یہ موت کا پیغام تھا یا بے داری کا، لیکن وہ شعلہ اسٹمر T-13 تک پہنچے بغیر ہی اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر سمندر میں گر پڑا۔ اس کے فوراً بعد ہی اسی طرح ایک دوسرا شعلہ پچھلے اسٹیمر سے چمکا۔ اس وقت اسٹیمر T-13 کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ دوسرا شعلہ بھی T-13 کے پاس ہی جا گرا۔ اور اچانک T-13 سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ گولیاں غالباً پچھلے اسٹیمر پر چلائی جا رہی تھیں۔ فضاؤں کے بھیانک سناٹے میں ان آوازوں کا شور بہتی ہواؤں کے دوش پر نامعلوم حدود تک پھیل گیا، لیکن پچھلا اسٹیمر اسی رفتار سے اس کے پیچھے دوڑتا رہا۔ وہ اب یکے بعد دیگرے شعلے اگلنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قرونِ وسطےٰ کی کسی جنگ میں کسی منجنیق کے ذریعے مادۂ آتش گیر گولے کسی لشکر پر پھینکے جا رہے ہوں۔

اچانک T-13 میں خطرے کا سائرن بجنے لگا اور اسٹیمر میں آگ لگ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ادھر سے گولیوں کی بوچھاڑ اور تیز ہوگئی۔ یہ گولیاں یا تو اب بھی تعاقب کرنے والے اسٹیمر پر نہیں لگ رہی تھیں یا پھر کوئی ایسی بات تھی جن کی وجہ سے ان کا اسٹیمر اثر نہیں ہو رہا تھا۔

T-13 سے خطرے کا سائرن مسلسل بجتا رہا۔ مگر بدقسمتی سے آج اس سمندر میں دور دور تک کوئی بحری جہاز نہیں گزر رہا تھا، ورنہ اسے کچھ نہ کچھ مدد مل جاتی۔

پھر T-13 سے کچھ شور سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی انسانی سائے اسٹیمر پر سے کودتے نظر آئے۔ شاید وہ جان بچانے کی کوشش میں تھے۔ ممکن ہے وہ ٹیوب لے کر کودے ہوں، لیکن اس اتھاہ سمندر میں لائف ٹیوب کا سہارا لینا بھی کوئی امید افزا قدم نہ تھا۔ T-13 اب پوری طرح بھڑکتے شعلوں کی زد میں تھا۔ پھر اچانک ایک دھماکا ہوا اور اس کے پرخچے اڑ گئے۔ اس کا سائرن ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا اور پچھلے اسٹیمر نے شعلہ باری موقوف

کردی۔ فضا پر پھر ایک بھیانک سکوت مسلط ہو گیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆

T-13 کے تباہ ہوتے ہی پچھلے اسٹیمر کی سرچ لائٹیں روشن ہو گئیں اور اس تباہ شدہ اسٹیمر کے چاروں سمت روشنی دوڑانی شروع کر دی۔ جہاں پہلے T-13 بہہ رہا تھا اس سے کچھ دور دو آدمیوں کے سر پانی میں ہچکولے کھاتے نظر آرہے تھے۔ کبھی کبھی وہ ایک آدھ ہاتھ مار لیتے۔ وہ ڈوب رہے تھے۔ ایک آدمی انھیں ایک تختے کا سہارا لے کر بچنے کی جدوجہد کرتا نظر آیا، لیکن جیسے ہی سرچ لائٹ کی تیز روشنی اس کے منہ پر پڑی، وہ گھبرا کر بچاؤ، بچاؤ، چیخنے لگا۔

"بچالو بھائی اسے۔" پچھلے اسٹیمر سے کسی نے قہقہہ مار کر کہا۔ ساتھ ہی بندوق کی ایک گولی چلی اور ڈوبتے آدمی کے ہاتھ تختے سے چھوٹ گئے۔ چند منٹ ہی میں پانی کی سطح صاف ہو گئی اور اسٹیمر کا وزنی حصہ سمندر کی تہ میں غرق ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دیر ہوگئی

سویرا ہو کر تیز سنہری دھوپ جب سمندری لہروں پر مچلنے لگی، اس وقت وہ تیسرا اسٹیمر جو کافی دیر بعد روانہ ہوا تھا، ان سمندری حدود میں داخل ہوا جہاں رات کو سمندر کی سسکتی فضاؤں نے بدنصیب T-13 اور اس کے مسافروں کو بھیانک موت سے ہم کنار ہوتے دیکھا تھا۔ شاید تباہ شدہ اسٹیمر کی لکڑی کا ہی ایک تختہ بہتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا۔ ماہی گیر ملاحوں کے بھیس میں اس تیسرے اسٹیمر پر سفر کرنے والی پارٹی خان اور موگارو کی تھی۔

''میرا دل دھڑک رہا ہے، صاحب۔ ضرور T-13 کو کوئی مصیبت پیش آئی ہے۔'' موگارو خان کے نزدیک آکر بولا۔ خان بھی اس وقت دوربین آنکھوں سے لگائے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ہاں، کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ تختے پر ایک لاش بھی تیر رہی ہے کسی کی۔ رفتار اور بڑھا دو۔'' خان نے دوربین ہٹائے بغیر جواب دیا۔

موگارو کے چیختے ہی اسٹیمر کی رفتار اور بڑھا دی گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ اس تختے کے قریب پہنچ گیا۔

''ارے، یہ سلارو کی لاش معلوم ہوتی ہے۔'' موگارو اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے چیخا۔ ''جلدی اٹھا لاؤ اسے۔'' فوراً ہی دو آدمی پانی میں کود گئے اور تختے کو قریب لا کر اس کی لاش کو اوپر کھڑے ہوئے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ وہ سلارو ہی تھا، جس کے سینے میں بائیں طرف گولی لگی تھی۔

''آہ...، ہمارا وفادار ساتھی۔'' موگارو کے منہ سے نکلا۔ اس کی مٹھیاں فرطِ غضب سے بھنچ گئیں۔

Akram Allahabadi

"دیوتا آموگا کی قسم میں اس کتے کے بچے کو جیتا نہ چھوڑوں گا۔" وہ تقریباً چیخ اٹھا۔

"T-13 کو یہیں کہیں تباہ کیا گیا ہے۔" خان نے بتایا۔ مگر اسی وقت ایک اور لاش لہروں میں ہچکولے کھاتی نظر آئی۔ شاید اسے مچھلیاں اچھال لائی تھیں۔ وہ جگہ جگہ سے نچی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اسے دیکھتے ہی منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کا نظارہ نا قابلِ برداشت تھا۔

"یقیناً اسے تباہ کر دیا گیا۔ ہم انھیں دھوکہ دینے چلے تھے لیکن سودا بہت مہنگا پڑ گیا۔" خان نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔

"پھر بھی آگاموکی مہربانی سے وہ مقدس امانت محفوظ رہ گئی جسے وہ لوگ اپنی دانست میں تباہ کر گئے ہیں۔ ان بدنصیبوں کی جگہ یقیناً آج ہماری لاشیں ہوتیں۔" موگارو بڑی حسرت ناک نظروں سے سلارو کی لاش کو دیکھتے ہوئے بولا۔ خان نے پانی میں پڑے تختے کی طرف اشارہ کیا۔

"آگ لگائی ہوگی۔ گفتار بہت سور آدمی ہے۔ اس کے پاس حیرت انگیز آلات ہیں۔ ایک بار اس نے بھسم کر دینے والے شعلے برسا کر ایک شاہی شکار گاہ کو تباہ کر دیا تھا۔ شاہ لامدوس بھی اس حملے میں زخمی ہو گئے تھے۔" موگارو بولا۔

"تو کیا وہ لامدوس کا باغی ہے؟" خان نے پوچھا۔

"وہ دراصل بڑے کاہن اوہاما کا دشمن ہے۔ کاہن اوہاما لامدوس کا سب سے بڑا روحانی پیشوا مانا جاتا ہے۔" موگارو نے بتایا۔ "اور شاہی خاندان کا اتنا مضبوط اقتدار اور احترام بھی اسی کے دم سے ہے۔" وہ بولا۔

"مگر تم لوگ تو خود بھی فرمانِ شاہی کا بہت احترام کرتے ہو؟"

"شاہ اور بڑے کاہن کی کوئی نصیحت کوئی بات مصلحت سے خالی نہیں ہوتی اور ہمارا مرحوم بادشاہ تو انسان نہیں فرشتہ تھا، جس سے سب محبت کرتے تھے۔" موگارو نے رنجیدہ لہجے میں بتایا۔

Akram Allahabadi

''خیر، یہ ہوش مندوں کی اپنی باتیں ہیں، ہمیں تو اس امانت کو اس کے صحیح مقام تک پہنچانے سے واسطہ ہے۔'' خان نے دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ سلارو کی لاش اب خراب ہو چلی تھی، اس لیے بادلِ نخواستہ اس کے ساتھیوں نے اسے تارپولین کے ایک ٹکڑے میں لپیٹ کر اپنے کچھ مذہبی اشلوک پڑھتے ہوئے اسے سمندر کے حوالے کر دیا اور کچھ دیر تک آسمان کی طرف نظر اٹھائے ہم آواز ہو کر کوئی دعا پڑھتے رہے جس سے ماحول پر ایک رقت انگیز تاثر قائم ہو گیا، لیکن کچھ دیر بعد ہی بالے کی آمد نے فضا کو بدل دیا۔ وہ ان حالات سے بے خبر نچلے کمرے سے نکل کر آیا۔

''ہر ہائی نس کا پیغام لایا ہوں۔'' اس نے کان کے پاس آ کر کہا۔ موگارو فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ خان صرف ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''والا مرتبت ماؤنچی فرماتی ہیں کہ ہم آج کے دن مچھلی سے شوق نہیں فرمائیں گے، ہمیں آئس کریم چاہیے۔''

''تو عبدالکریم دلا دیجیے۔'' بالے سنجیدگی سے بولا۔ مگر خان مسکرا دیا۔

''کیا نئی سوجھی ہے کچھ؟'' خان نے دوربین سے دور نیلے آسمان کی خلاؤں میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

''بور ہو گیا ہوں بیٹھے بیٹھے ان کے پاس۔ بات کرو تو بس... چیاؤں... میاؤں... اوں... پوں... کے سوا جواب نہیں ملتا۔ میں نے عرض کیا کہ ٹھمری سناؤ تو فرمانے لگیں 'اوں...' اور جو ٹھمری شروع کی تو ہر ہائی نس کو اجابت ہو گئی۔ آپ اسرار کو ان کی سنڈاس خلاص کرنے پر مقرر کیجیے۔ میں نیک کام نہیں کروں گا۔'' بالے نے بکنا شروع کیا۔

''تو میرے کیوں پیچھے پڑا ہے، بھائی۔'' پیچھے سے اسرار کی موٹی بھدی آواز سنائی دی۔

''یہ دیکھیے، یہیں جھوٹ۔ میں آپ کے آگے پیچھے نہیں پڑا ہوں۔ میں خان

صاحب کے پاس کھڑا ہوں ذرا دوربین لگا کر دیکھیے۔" بالے نے پلٹ کر جواب دیا۔

"صاحب، سمجھا لیجیے انھیں۔" اسرار نے خان سے شکایت کی۔

"نہیں تو میں روٹھ جاؤں گی۔" بالے تیسری جنس والوں کے انداز میں انگلیاں نچا کر زنانی آواز میں بولا۔ موگارو اور اس کے ساتھی اس مغموم کیفیت میں بھی بے ساختہ ہنس دیے اور خان صرف مسکرا کر رہ گیا۔ اس بے ہنگم سفر میں بالے کی ان حرکتوں سے کم از کم کچھ دیر کے لیے ماحول خوش گوار ضرور ہو جاتا تھا۔ مگر اسرار اس انداز تخاطب پر گرم ہو گیا۔

"خان صاحب نہ ہوتے تو بتاتا تمھیں۔" اسرار نے دور سے ہی گھونسا دکھایا۔

"ارے واہ، مینڈ کی راز کام پیدا شد۔" بالے اب فارسی پر اتر آیا۔

"اسے اکیلا چھوڑ آئے ہو کیا؟" خان نے بولے کوٹوکا۔

"قطعی نہیں، برخوردار حرام مونچھ پہرہ دے رہے ہیں۔" بالے نے جواب دیا۔

"اور ابراہیم؟"

"وہ ڈک کے پچھلے حصے میں بیٹھا چنے پھانک رہا ہے۔"

"کیا راشن ختم ہو گیا؟"

"اپنا اپنا شوق ہے۔ اور پھر خدا جیسے کو تیسا دیتا ہے۔" یہ کہہ کر بالے نے جیب سے چیونگ گم نکالا اور جیسے ہی اسے منہ میں ڈالنے کے لیے اچھالا وہ کان کے منہ میں پہنچ گیا۔

"یہ سرقہ بالجبر ہے، قبلہ۔"

"جاؤ رپورٹ لکھاؤ۔" خان نے مذاق کے موڈ میں کہا۔

"فرعون بھی اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ ہماری فریاد ہم سے کرو، مگر خدا نے..." بالے نے کہنا چاہا۔

"موسےٰ کو بھیج دیا۔" خان نے جملہ پورا کر دیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر ہائی نس ماؤنچی کو چالیس قدمی کرانے کے لیے

ڈاک پر لے آؤں۔'' بالے نے گفتگو کا رخ بدل کر پوچھا۔

''کیوں؟''

''میں جب آرہا تھا تو وہ پوچھ رہی تھیں ... میں آؤں ...'' بالے نے میں آؤں کی آواز کو میاؤں کی آواز سے ملا دیا۔

''چلو اچھا ہے کم از کم جانوروں میں ملتے جا رہے ہو۔''

''نا رزن بننے کا خیال ہے۔'' بالے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے والے انداز میں بولا۔

''کہیں وہ لوگ راستے میں کسی جگہ ہمارے بھی منتظر نہ ہوں۔'' موگارو نے قریب آ کر خان سے اپنے اندیشے کا اظہار کیا۔

''ناممکن۔ T-13 کی اس قابلِ قدر قربانی نے ہمارے لیے لامدوس تک راستہ صاف کر دیا ہے۔ گفتار کے آدمی اپنی دانست میں ہم لوگوں کو معہ امانت کے T-13 پر ختم کر کے اب خوشی کے ڈنکے بجاتے لامدوس پہنچ رہے ہوں گے اور وہاں پہنچ کر بھی کم از کم ہماری طرف سے ابھی غافل ہی رہیں گے۔'' خان نے کہا۔

''تب تو ہم بآسانی ساحل پر اتر کر بڑے کاہن تک پہنچ سکتے ہیں۔'' موگارو امید افزا لہجے میں بولا۔

''رفتار اور تیز کرا دو۔ ہمیں اب جلدی کرنی چاہیے تا کہ وہاں پہنچنے تک رات زیادہ نہ ہو جائے۔'' خان نے اسے ہدایت کی۔

چناں چہ اسٹیمر کی رفتار اور تیز کر دی گئی۔ اب وہ پہلے کی بہ نسبت دگنی رفتار پر دوڑ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

جزیرۂ لامدوس

لامدوس دور سے بلند پہاڑوں اور نشیبی گھنی جھاڑیوں کے بعد چٹانوں اور ریت کا مجموعہ نظر آتا تھا۔لیکن رات کی تاریکی میں پہنچنے والے ان کے اسٹیمر پر سے ایک سیاہ دھند میں لپٹے ہوئے سر بفلک پہاڑی نقوش کے سوا کچھ نہ سمجھ میں آسکا اور اگر موگارویا اس کے آدمی ساتھ نہ ہوتے تو رات کو پہنچنے والے ان دور دراز کے مہمانوں کو کسی سلامتی کی جگہ کنارے لگنے میں بڑی دقت ہوتی۔اس موقع پر بھی بڑی احتیاط سے کام لیا گیا۔اسٹیمر کے دونوں طرف بندھی ہوئی چھوٹی لائف بوٹس کھول لی گئیں اور وہ دو دو کے گروپ میں ان کشتیوں میں بیٹھ کر اور تھوڑا تھوڑا سا سامان لے کر ایک ایسے کنارے پر اترنے لگے جو ناریل کے درختوں سے گھرا ہوا اور ویران نظر آتا تھا۔البتہ ریتلے ساحل سے کچھ دور چٹانوں کے درمیان اگی ہوئی گھنی جھاڑیوں کے اس پار چند مدھم سی روشنیاں زندگی کے آثار کی طرح نظر آرہی تھیں۔بہت دور سے مختصر نظر آنے والا یہ جزیرہ قریب سے بہت وسیع و عریض خطۂ زمین معلوم ہوتا تھا اور ان کا اسٹیمر قریب سے حدِ نظر تک دکھائی دینے والے اس کے ساحل پر ایک حقیر چیونٹی کی طرح رینگ رہا تھا۔

اسے سمندر میں تقریباً دو سو گز دور ہی اندھیرے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔سب سے پہلے گروپ میں خود موگارو اور اس کے تین آدمی کشتیوں پر گئے تھے۔ان کے بعد خان اور ابرہیم اس پراسرار امانت کو لے کر اترے جس کی خاطر یہ عجیب و غریب سفر اختیار کیا گیا تھا۔پھر اسرار اور موگارو کا ایک آدمی بالے کی سیاہ بلی سمیت جو رنگون میں اس کے پاس دیکھی گئی تھی، کنارے اترے۔بالے اس وقت تک نخرے کرتا رہا کہ اسٹیمر ہی کو نہ کنارے لگایا جائے، مگر جب نہیں چلی تو سب کے آخر میں وہی اسٹیمر سے نکلا۔اس وقت تک ساحل پر چھوٹی چھوٹی روشنیاں نظر

آنے لگیں اور ہلکی ہلکی گفتگو کی آوازیں بھی اسے سنائی دے رہی تھیں، جو اس کے لیے بہر حال باعثِ کشش نہ ہوتیں اگر ان میں سے بعض میں نسوانی کھنک نہ ہوتی۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کی کشتی کنارے پر پہنچے، وہ آوازیں دور ہوتی گئیں اور پھر ایک عجیب سا سناٹا چھا گیا۔ بالے نے جس وقت ساحلِ لامدوس پر قدم رکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اس کے ساتھیوں میں کسی کا پتا نہ تھا۔ اتنی جلدی وہ کہاں غائب ہو گئے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہ تھی۔

"یہ سرزمین اسرار ہے، بھائی۔" کسی طرف سے آواز آئی اور وہ چونک پڑا۔ آواز اسرار سے ملتی جلتی تھی لیکن عجب بات تھی کہ کوئی نظر نہ آتا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے لگا۔ اس کا ساتھی خاموش تھا، شاید اس کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اچانک ایک ساتھ بہت سے باریک قہقہے گونج اٹھے اور بالے کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کسی کی آکٹوپس کی بہت سی سونڈوں میں پھنس گیا ہے یا خدا جانے کوئی ٹڈی دل حملہ آور ہوا ہے۔

مگر اس اندھیرے میں یکا یک مشعل جل اٹھی اور ایک ہی نظر میں اپنے چاروں طرف نرم و سفید حسین ترین اجنبی چہرے دیکھ کر بالے پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔

"یا خدا، میں کہیں سمندر میں ڈوب کر کسی اور دنیا میں تو نہیں پہنچ گیا ہوں۔ وہ اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ جواب میں پھر ایک ساتھ کئی قہقہے گونج اٹھے۔

"چلو جلدی کرو۔" ایک مردانی آواز پھر سنائی دی۔ پھر کسی کے، 'ہوگا ہولو گیا ما'، سے ملتے جلتے الفاظ سنائی دیے جس کے ساتھ مشعل بجھ گئی اور حسین چہرے خوف زدہ انداز میں سمٹتے ہوئے ایک طرف تاریکی میں غائب ہو گئے اور بالے کو اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اسے بازو سے پکڑ کر تیزی سے ایک طرف کھینچ رہا ہے۔

"اے، کون ہے بے؟" اس نے اپنے مخصوص انداز میں اسے ڈانٹا۔

"شش۔" اندھیرے میں کسی نے ہونٹوں میں انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ

Akram Allahabadi

کیا۔بالے کے پیچھے ہی دوسرا آدمی بھی تھا، جو بالے کے ساتھ کشتی میں آیا تھا۔

''چپ چاپ چلے آؤ،خطرہ ہے۔''سرگوشی کے لہجے میں کسی نے کہا۔اور پھر بالے نے دیکھا کہ ایک طرف ایک بڑی سی چٹان کی جڑ میں رکھا ہوا بڑا سا ایک گول پتھر اپنی جگہ سے ایک طرف ہٹ گیا اور اس کے اندر نظر آنے والے خلاء میں ہلکی سی روشنی نظر آئی۔وہ نامعلوم سایہ جو بالے کا بازو تھامے تھا بڑی تیزی سے بالے کو گھسیٹتا ہوا معہ اس کے دوسرے ساتھی کے اندر داخل ہو گیا اور وہ خلاء پھر اسی گول پتھر سے پر ہو گیا۔

بالے نے اب دل و دماغ کو قدرے روبہ سکون لا کر اپنے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا اور وہ حیران رہ گیا کہ اندر سپرنٹنڈنٹ خان ،اسرار، ابراہیم اور رؤف کے علاوہ موگارو کے دوسرے آدمی بھی ہیں لیکن موگارو کا پتا نہیں۔اس کے علاوہ بالے والی کالی بلی بھی یہاں نظر نہیں آ رہی تھی سوائے ہر ہائی نس ماؤنچی کے۔وہ منہ سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ خان نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور سب سانسیں روک کر کھڑے ہو گئے۔وہ مشعل بھی بجھا دی گئی جس سے یہ زمین دوز غار نما پتھریلا مقام روشن تھا۔ان سب کے کان چھت کی طرف کسی واقع ہونے والی بات یا چیز کے انتظار میں لگے تھے ذرا دیر بعد اوپر سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بھاری بوٹوں والے بہت سے آدمی چل رہے ہوں۔وہ اور بھی محتاط اور ساکت ہو گئے۔یہ آوازیں کئی منٹ تک آتی رہیں اور اس وقت سب دم سادھے کھڑے رہے۔اس کے بعد وہ آوازیں رفتہ رفتہ دور ہو گئیں اور ایک بھیانک سکوت فضا پر مسلط ہو گیا۔اس تنگ و تاریک جگہ میں ان کا دم گھٹنے لگا تھا کہ سناٹے کو توڑتی ہوئی نرم سریلی مگر دبی آواز انھیں سنائی دی۔

''آپ لوگ باہر آ جایئے،اب خطرہ نہیں ہے۔''

بالے کے کان کھڑے ہو گئے۔آواز یقینی کسی عورت کی تھی۔عورت نہیں بلکہ لڑکی ہو گی۔کوئی اپنی لوچ دار آواز کی طرح حسین اور نازک اور اس خشک اور خطرناک سفر کی کسل میں

اسے ایک نئی تازگی محسوس ہونے لگی، جب اسے ان خوب صورت چہرے کا خیال آیا جو باہر مشعل کے ساتھ اسے نظر آئے تھے۔

سب سے پہلے خان ہی باہر نکل اور پھر باہر سے اس کی آواز سب کو بلاتی سنائی دی۔ وہ یکے بعد دیگرے باہر نکل آئے۔ بالے کو بڑی بے چینی تھی کہ اس نرم آواز کا نرم چہرہ بھی دیکھ لے۔ چناں چہ اس نے جیب سے ٹارچ نکال لی۔

''اوہو نہہ...'' اس کے ٹھنڈے ہاتھ پر ایک نرم سے چکنے ہاتھ کی گرفت محسوس ہوئی۔

''آہا، کیا لطیف اوہو نہہ ہے۔ کون ہیں آپ اندھیرے کی... اوہو نہہ؟'' اس نے اس نازک سے ہاتھ کو ٹٹولتے ہوئے کہا، جس کے ساتھ کسی کی باریک سی ہنسی چھوٹ گئی۔

''چلو ادھر۔'' خان کی آواز چند قدم دور سے سنائی دی۔

''ہائے رے، کباب میں ہڈا۔'' بالے نے ٹھنڈی سی سانس لی۔

''مس اوہو نہہ، آپ میری رہنمائی فرمایے نا۔ میری آنکھوں میں اندھیرا گھس گیا ہے۔'' بالے نے اس کے گداز جسم کی لمس کو محسوس کرتے ہوئے رفتہ رفتہ اندھیری کی عادی ہونے والی نظروں سے یہ اندازہ لگاتے ہوئے کہ مخاطب کم از کم کوئی پوپلی بڑھیا تو نہیں ہے کہا۔

''آپ بڑے ڈھیٹ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔'' ایک عجیب سے محبوبانہ انداز میں اسے قریب سے وہی آواز سنائی دی۔

''ہے ہے، ڈھیٹ... کتنا خوب صورت نام دیا ہے، مس اوہو نہہ، آپ نے۔ ذرا ایک بار پھر سے۔'' وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگا۔ جواب میں صرف یہ محسوس ہوا کہ وہ ہنس رہی ہے۔ اس کے سفید سفید دانت اندھیرے میں چمک رہے تھے۔

''اواکو۔'' خان کی آواز چند قدم دور سے سنائی دی۔

Akram Allahabadi

''بھائی اسرار، باس بلا رہا ہے تمہیں۔'' بالے نے الل ٹپ ایک طرف رخ کر کے پکارا۔

''دور نہیں ہوں، بیٹے سارجنٹ۔ خبر لے ڈالوں گا۔'' اسرار کی آواز اسے پیچھے سے سنائی دی۔ بالے نے چونک کر دیکھا، اسرار وہی ٹوکری جس میں ہر ہائی نس ماؤنچی لیٹی غرغر کر رہی تھیں، بڑے احتیاط سے ہاتھوں میں سنبھالے چلا آ رہا تھا۔ اچانک ایک تمتماتی ہوئی روشنی بالے کے منہ پر پڑی۔

''جلدی چلو، نامعقول۔'' خان کی ڈانٹ پھر اسے سنائی دی۔ روشنی خان کی نا رچ کی ہی تھی، لیکن بے اختیاری کے عالم میں بالے کی نظر قریب چلنے والی لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ ایک بجلی سی اس کی نگاہوں میں کوند گئی۔ خدا جانے وہ کسی مصور کے حسنِ خیال کا مرقع تھی یا کسی شاعر کا حسین خواب۔ خان کو کوئی جواب دینے کی بجائے وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ لڑکی نے یہ محسوس کر کے برا سا منہ بنایا اور آگے بڑھ گئی۔

وہ اندھیرے میں اب گھٹنے گھٹنے تک پہنچنے والی گھاس میں چل رہے تھے۔ پھر ان کے قدم ایک پگڈنڈی پر پڑنے لگے۔

چند منٹ بعد وہ ایک ایسے چبوترے پر تھے جس کے پیچھے اونچی مچان والے مکانوں کی ایک قطار تھی۔ یہ مکان دیہاتی وضع کے کچے اور زمین کی سطح سے تقریباً دو دو تین تین فٹ بلندی پر مضبوط بلیوں کے فریموں پر قائم تھے۔ ان کی رہنمائی موگارو کا ایک آدمی کر رہا تھا۔ وہ لڑکی ان سے پہلے ہی دوڑ کر کھجور کے چند درختوں کے نیچے اگی ہوئی جھاڑیوں میں گھس کر غائب ہو گئی۔ اس کے بعد انھیں بھی ان جھاڑیوں میں گھسنا پڑا۔ ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک کافی بڑا مکان تھا جو زمین سے تقریباً ۳ فٹ بلندی پر موٹے موٹے لکڑی کے ستونوں پر قائم تھا۔ اس کے اندر روشنی نظر آ رہی تھی۔ اور برآمدے تک پہنچنے کے لیے مضبوط موٹی لکڑیوں کے تین فٹ اونچی سیڑھیاں تھیں۔ برآمدے میں جیسے ہی وہ داخل ہوئے دائیں بائیں کھڑے

ہوئے ان جانے لوگ اور پیچھے ہٹ کر مؤدب ہو گئے۔

''میاؤں...'' اسرار کے ہاتھوں میں دبی ہوئی بید کی ڈلیا سے بلی کی آواز سنائی دی اور غیر ملکی مہمانوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے سر جھک گئے۔ ان کے اندر پہنچتے ہی اس مکان کا مضبوط موٹی لکڑی کا دروازہ بند کر لیا گیا۔ اب وہ ایک کافی وسیع کمرے میں تھے جو اندر سے دیہاتی طریق رہائش پر کافی ستھرا اور آراستہ نظر آ رہا تھا۔ یہاں دیوار گیر لیمپ لگائے گئے تھے، جن کی مشابہت ان لیمپوں سے قطعی مختلف تھی جو عام طور پر ہندوستان میں استعمال ہوتے تھے اور خلاف توقع ان کی روشنی مٹی کے تیل والے لیمپوں سے زیادہ تھی۔

یہاں ایک سرے سے تکیے دار بنچوں سے ملتی جلتی ساخت کی نشستیں بچھی ہوئی تھیں اور خدمت گار قسم کے دو آدمی پہلے سے یہاں موجود تھے جنہوں نے آگے بڑھ کر ان لوگوں کے ہاتھوں سے سارا لے لیا۔

سب سے پہلے انھیں اس بڑے کمرے سے ملحق دوسرے چھوٹے کمرے میں منہ وغیرہ دھونے کے لیے پانی فراہم کیا گیا۔ پھر وہ لوگ کئی ایسی موٹی موٹی شالیں لے آئے جو اون کی بجائے کسی جانور کے بڑے بڑے بالوں سے بنی ہوئی اور کافی گرم تھیں۔ موگارو کے ساتھی نے چار آدمیوں کو بلا کر دو اپنی بندوقیں اور دو اس مکان کے ایک کمرے میں غالباً پہلے سے چھپا کر رکھی گئی تھیں، بندوقیں تھماتے ہوئے انھیں اپنی زبان میں کچھ کہا، جس پر وہ اظہارِ اطاعت کے طور پر سر جھکا کر باہر نکل گئے۔

''میں نے انھیں باہر درختوں پر چھپ کر مکان کی نگرانی کرنے کو کہا ہے۔'' وہ خان سے آ کر بولا۔

''اچھا کیا آپ نے، ورنہ میں خود یہی کہنے والا تھا۔''

''وہ کیا بلا تھی جو اچانک نازل ہوئی تھی۔'' بالے نے پوچھا۔

''اسھما کے آدمی تھے۔ وہ ساحلی علاقوں کا غدار پولیس کمانڈر ہے جو گفتار سے مل

گیا ہے۔اگر وہ کتے ہماری بو سونگھ لیتے تو ہم میں سے کوئی نہ بچتا۔وہ تعداد میں سو سے زیادہ تھے۔''اس نے بتایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''خان نے اس سے دریافت کیا۔

''میں موگارو کا چھوٹا بھائی گوئیما ہوں۔''وہ یہ بتاتے ہوئے پاس والی نشست پر بیٹھ گیا۔''یہاں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔لامدوس دوسرے جزیروں کی طرح نہیں، یہ کافی ترقی یافتہ ریاست ہے۔''اس نے کہا۔اتنے میں وہی شعلۂ جوالہ پھر آ پہنچی۔بالے اس وقت رؤف سے باتیں کر رہا تھا۔

''لو، وہ چاند پھر نکلا۔''رؤف نے آہستہ سے بالے کا ہاتھ دبایا۔

''اے بھائی، اس پر نظرِ عنایت مت کرنا ورنہ مونچھ کاٹی ہو جائے گی۔میں اپنے جذبۂ عشق کی ایڈوانس بکنگ کر چکا ہوں۔''بالے نے رؤف کو گھورتے ہوئے کہا۔مگر واقعی وہ خوب صورت سڈول اور گورے جسم والی اتنی پرکشش لڑکی تھی کہ خود خان بھی دو ایک بار اس پر نظر ڈالے بغیر نہ رہ سکا۔بالے کو یہ دیکھتے ہی موقعہ مل گیا۔وہ خان کے قریب اپنی نشست لے آیا۔

''ایں چہ حرکت فرمیدن۔''بالے نے اسے ٹوک دیا۔

''جی؟''بجائے خان کے گوئیما اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''میں خان صاحب سے قدیم رومن زبان میں کچھ عرض کر رہا ہوں۔''اس نے بے تعلقی سے جواب دیا۔مگر وہ لڑکی گوئیما کے پاس ہی آ کر کھڑی ہو گئی۔

بالے کو جلانے کے لیے خان خود اس لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔''تمہارا نام کیا ہے؟''خان نے اس سے پوچھا۔

''ثمینہ۔''

''تم تو اچھی خاصی ہندوستانی بول لیتی ہو۔''خان نے مسکرا کر کہا۔اور خان کی اس

مسکراہٹ سے بالے کی رگوں میں مرچیں سلگنے لگیں۔

''میں اپنے باپ کے ساتھ کئی بار کلکتہ جا چکی ہو۔'' اس نے کافی صاف زبان میں جواب دیا۔

''یہ موگارو کی بیٹی اور میری بھتیجی ہے۔'' گوئیما تعارف کرانے کے لیے بول اٹھا۔

''خوب خوب۔'' خان مسکرا دیا۔

''خوب خوب۔'' بالے جلے ہوئے انداز میں زیرِ لب دہرانے لگا۔

''سارجنٹ شامی کباب ہوا جا رہا ہے۔'' رؤف نے آہستہ آواز میں اسرار سے کہا۔

''بالے صاحب بھڑک جائیں گے مفت میں۔'' ابراہیم بھی دبی زبان سے بول اٹھا۔

''ارے واہ، سوپ تو سوپ، چھلنی بھی بولی۔'' بالے ابراہیم کی طرف گھوم گیا۔

''واپس لیتا ہوں اپنے الفاظ۔'' ابراہیم نے جلدی سے اپنا ایک کان تھام لیا۔

مگر بالے یہ دیکھ کر اور اترا گیا کہ ثمینہ اس وقت ان کی گفتگو کو دل چسپی سے سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

''مجھے جرمنی کے ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس کا قصہ یاد آ رہا ہے۔'' بالے خان کو سنانے کے لیے کسی قدر بلند آواز میں مگر چھت کی طرف رخ کر کے بولا۔ ''جس کے دو درجن بچے اور نصف درجن بیویاں تھیں، پھر بھی صاحب بہادر کا دل بھیڑ کے بچے کی طرح جوان تھا۔''

خان اس کی شکل دیکھ کر مسکرا دیا اور گوئیما بھی بے چارہ بغیر کچھ سمجھے بوجھے مسکرا دیا۔

''خلقت خدا کی ملک بادشاہ کی، ہیں تو ایک قصہ کہانی...''

مگر اس کی بات آدھی رہ گئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک پیامبر اندر آ پہنچا۔ اس نے اپنی زبان میں گوئیما سے کچھ کہا، جسے سن کر اس کے چہرے پر گہرے سکون کے آثار نظر آنے لگے۔

Akram Allahabadi

''خطرہ ٹل گیا۔'' وہ خان سے بولا۔''موگارو کا پیغام آیا ہے کہ گفتار کے آدمی اپنی کامیابی کے مغالطے میں جشن منا رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''تب تو ہم بآسانی بڑے کاہن تک پہنچ سکیں گے۔''

''اس طرح نہیں، کل آپ لوگوں کو یہاں کے شہریوں کا بھیس بدلنا پڑے گا تا کہ آپ کو اجنبی سمجھ کر کسی کی نگاہ نہ اٹھے۔''

''وہ ہم سب کر لیں گے۔'' خان نے اپنی باس نشست پر پیچھے کی طرف پھیلتے ہوئے کہا۔

''بیٹی، یہ ہندوستان کی خفیہ پولیس کے بہت بڑے افسر ہیں خان صاحب اور یہ...'' وہ ثمینہ سے خان کا تعارف کرنے کے بعد بالے کا تعارف کرانے لگا۔

''مجھے خان صاحب کی ناک کہتے ہیں۔'' بالے خود ہی بول اٹھا۔''ویسے میرا نام سارجنٹ بالے ہے۔''

''مسٹر موگارو کے بروزن ان کا لامدوی نام چمارو کیسا رہے گا؟'' اسرار نے دخل در معقولات کرتے ہوئے بالے کی طرف اشارہ کر کے خان سے پوچھا۔

''اوخر بوز، سن وارننگ وہیدن کہ ٹپ ٹپ بولونکو۔'' اس نے اپنی فارسی میں اسرار کو دھمکی دی۔اور خان کو اس کی اس کیفیت اور اس مکالمے پر ہنسی آ گئی۔

''میرا یہ اسسٹنٹ بکری کے بچے سے بھی زیادہ چلبلا ہے۔'' خان نے خود بالے کی تعریف کر دی۔

''سبحان اللہ، کیا توصیف فرمائی ہے حضور نے خادم کی۔اگر کتے کا پلہ کہتے تو زیادہ موزوں رہتا۔'' بالے نے جل کر جواب دیا اور ثمینہ ہنس پڑی۔

''تمہیں اگر یہ پسند ہے تو یہی سہی۔'' خان نے ہنس کر جواب دیا۔

''انسلٹ۔لامدوس لاکر ایک شریف آدمی کی زبردست توہین کی جا رہی ہے۔میں

صبح ہونے سے پہلے واپس چلا جاؤں گا۔'' بالے موڈ بگاڑ کر بولا۔

''ارے ارے، آپ تو سچ مچ ناراض ہو گئے۔'' گوئیما اسے سمجھانے لگا۔

''وہ بڑا نخرے چور ہے۔ آپ کس چکر میں پڑے ہیں۔ صبح کہے گا کہ میں زندگی بھر لامدوس سے نہیں جاؤں گا۔'' خان نے گوئیما کو روکتے ہوئے کہا۔

''یہ لیجیے، آپ انھیں سمجھانے بھی نہیں دیتے۔ بے چارے کتنے شریف آدمی ہیں۔'' بالے نے بچوں کی طرح منہ بنا کر شکایت کی۔

''لڑکی کا چچا ہے اس لیے؟'' خان نے بالے کی طرف جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

''اللہ آپ کو پولیس کمشنر بنا دے، مگر اب رحم کیجیے میرے حال پر۔'' بالے خوشامد کرنے لگا۔

''کیا...؟ اوہ... ارے بھئی ثمینہ، ذرا انھیں ایک گلاس پانی لا دو، پیاسے ہیں بے چارے۔'' خان نے اس طرح سر ہلا کر ثمینہ سے کہا جیسے واقعی بالے نے اس سے پانی کی ہی فرمائش کی ہو۔ وہ مسکراتی ہوئی چلی گی۔

''جنم جنم کی پیاس ہے اپنی تو۔'' بالے پھر ڈھٹائی پر آ گیا اور جب ثمینہ پانی لے کر آئی تو بالے کانسی کا پانی سے لبریز گلاس ہاتھ میں تھامے ہوئے چور نظروں سے پھر اس کی صورت تکنے لگا۔

''پانی مانگا ہے آپ نے؟'' اس نے آہستہ آواز میں پوچھا۔ دوسرے لوگ دوسری طرف متوجہ تھے۔

''کیا آپ زندگی بھر پانی پلا سکتی ہیں؟'' بالے نے بھی اسی لہجے میں پوچھا۔

''اگر آپ زندگی بھر پانی بھریں میرے لیے۔'' وہ بڑے شوخ انداز میں مسکرا کر بولی۔

''پانی...؟ ارے میں تو سمندر انڈیل دوں گا آپ کی جیب میں۔''

Akram Allahabadi

مگر اسی وقت ایک آدمی نے آکر خبر کر دی کہ کھانے وغیرہ کا انتظام ہو چکا ہے۔ اور سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ کھانا کھانے کے بعد ان پانچوں مہمانوں کے خزانوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ باہر گوئیما کے آدمی مستعدی سے پہرہ دے رہے تھے اور گوئیما اس واجب الاحترام بلی کے ڈلیا کے پاس ہی فرش پر سو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تباہی کا دیوتا

صبح سب سے بعد میں بالے کی ہی آنکھ کھلی۔اس وقت تک خان، رؤف، اسرار اور ابراہیم شاید منہ وغیرہ دھونے یا غسل کرنے کے لیے باہر جا چکے تھے۔چاروں کے بستروں پر نظر ڈالتے ہوئے جیسے ہی اس کی نظر خود اپنے سرہانے پڑی وہ چونک اٹھا۔ثمینہ ہاتھ میں چائے کی پیالی لیے مسکرا رہی تھی۔یہاں شاید چکنی کالی مٹی کے تمام برتن بنائے جاتے ہوں گے، پیالی بھی کالی تھی، لیکن بالے کو اس عجیب خدمت گزاری پر مسرت تھی۔

''آپ کی بیڈ ٹی۔''وہ مسکرا کر بولی۔

''مگر...آپ...آپ کو کیسے معلوم؟''

''آپ کے صاحب نے بتایا تھا کہ آپ منہ دھوئے بغیر ہی بستر پر پہلے چائے پیتے ہیں۔''

''آپ سچ مچ بڑی اچھی میزبان ہیں۔''بالے نے پیالی اس کے ہاتھ سے لے لی لیکن چائے کا پہلا گھونٹ لیتے ہی ساری چائے اس کے منہ سے نکل پڑی۔نمک ہی نمک تھا اس میں۔

''یہ کیا مصیبت ہے، اتنی میٹھی چائے۔''اس نے منہ بنا کر پوچھا۔

''ہمارے یہاں تو لوگ ایسی ہی چائے پیتے ہیں۔کیا اور شکر ڈال لاؤں؟''

''جی بس رحم فرمایے، اتنی ہی کیا کم ہے۔''بالے نے رومال سے منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا لیجیے، رویے نہیں۔یہ دوسری چائے، یہ ذرا پھیکی ہے۔''پیچھے سے ایک دوسری پیالی اٹھا کر دیتے ہوئے ثمینہ نے مسکرا کر کہا۔بالے نے پہلی پیالی واپس کرتے ہوئے

Akram Allahabadi

دوسری پیالی لے لی۔اس میں باقاعدہ میٹھی چائے تھی۔

''آپ کافی شریر معلوم ہوتی ہیں۔''بالے اسے چکھ کر بولا۔

''میں نے آپ کو پسند کرلیا ہے۔''ثمینہ نے ہلکی سی شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''جی ... کیا فرمایا آپ نے؟''بالے کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔''کیا کہا ہے آپ نے؟''

''آپ کو پسند کرلیا ہے۔''

''مجھے...پسند...''وہ اٹکنے لگا، جیسے اسے یقین ہی نہ آرہا ہو ان الفاظ پر

''کس کے لیے؟''وہ ثمینہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے رومانی لہجے میں بولا۔

''ایک بوڑھے کے رول کے لیے۔ہم ناٹک کھیل رہے ہیں کلکتے جیسا۔''وہ پلکیں جھپکا کر بولی۔

''وہاٹ؟''بالے حلق کے بل چیخا۔''لاحول ولاقوۃ۔آپ میزبان ہیں یا حاتم طائی کی بیٹی۔''

''تو کیا آپ انکار کردیں گے؟''وہ بچوں کی طرح منہ بسور کر بولی۔

''یعنی کہ میں ہی ملا تھا آپ کو بوڑھا بننے کے لیے اور وہ بڑی مونچھا، وہ موٹا بکرا، وہ نانتیا، کوئی نظر نہیں آئے آپ کو؟''بالے نے رؤف اسرا اور ابراہیم سب کو ہی تھسیٹ ڈالا۔

''مگر اس بوڑھے سے میری شادی ہوگی۔''وہ شرمائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''شادی؟''بالے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔''کیسے، ٹمپریری ہوگی یا مستقل؟''

''ناٹک میں۔''وہ اٹھلا کر بولی۔''اتنا بھی نہیں سمجھتے۔آپ کے صاحب نے ہی تو کہا تھا۔''

''اچھا، تو یہ ان کی پسند ہے۔تب تو ان سے بہتر کوئی بوڑھا کوئی نہیں ملے گا آپ کو۔میری تو ابھی مونچھیں بھی نہیں نکلیں بفضلِ خدا۔میری خالہ ابھی تک مجھے میرا بچہ کہتی ہے۔''

''بالے۔''باہر سے خان کی آواز آئی۔

''خدا کی قسم بڑی ستم ظریف ہیں آپ۔''بالے بھنا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''سنیئے تو۔''

''فرمایئے؟''

''میں مذاق کررہی تھی۔''

''اتنا خطرناک مذاق۔''

''اچھا نہیں کروں گی۔''وہ منہ لٹکا کر جانے لگی۔

''ٹھہریے، میں بھی چلتا ہوں، ملک الموت کا بلاوا آیا ہے نا۔''وہ گون پہن کر اسے ساتھ ہی ہو لیا۔

باہر ناشتے پر سب اس کے منتظر تھے۔اس نے جلدی سے الٹا سیدھا منہ دھویا اور بانس کی بنی ہوئی لمبی میز پر آ بیٹھا۔

☆☆☆☆☆☆

ایک گھنٹے بعد وہ ایک نیا تماشا دیکھ کر حیران رہ گیا۔رؤف، اسرار اور ابراہیم کے پیچھے تین سبز لباس والی لڑکیاں پڑی تھیں اور وہ تینوں ان سے کترا کترا کر ادھر ادھر کھسک رہے تھے۔ثمینہ نے پیچھے سے آ کر بالے کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''یہ کیا آنکھ مچولی ہو رہی ہے، بھائی حرام مونچھ؟''بالے نے آواز دے کر پوچھا۔

''نہ پوچھو کیا مصیبت ہے، بالے صاحب۔''رؤف نے دور ہی سے کہا۔

''ان لڑکیوں نے ان تینوں کو پسند کر لیا ہے اور یہاں کی لڑکیاں جنھیں پسند کرلیں انھیں ان لڑکیوں سے یہاں کے رواج کے مطابق شادی کرنی ہی پڑتی ہے۔''ثمینہ نے بتایا۔

''شادی...؟''بالے حلق میں تھوک نگلتے ہوئے بولا۔اگر نہ کریں تو؟''اس نے

Akram Allahabadi

پوچھا۔

''تو پھر وہ لڑکیاں انھیں مار ڈالتی ہیں۔''

''مم...مار ڈالتی ہیں...؟ کیسے؟''

''زہر میں بجھے تیروں سے۔''

''باپ رے،تو وہ لڑکیاں ہیں یا ملک الموت؟''

''کیوں؟ کیا خرابی ہے ان میں؟''

''خرابی...نہیں...خوب صورت بھی ہیں اور جوان بھی۔مگر یہ زبردستی...'' بالے نے کہنا چاہا۔

''اور میں نے جو تمھیں پسند کر لیا ہے۔''

''تم نے...؟ مجھے...؟'' بالے دوبارہ چونکا۔''یعنی کہ شادی؟'' وہ اٹکنے لگا۔

''کیوں کیا حرج ہے؟''

''حرج، کچھ نہیں، کچھ نہیں، مگر...''

''مگر کیا؟''

''واپسی پر۔''

''میں انتظار کروں گی۔'' وہ یہ کہہ کر اس کے پاس سے چلی گئی اور وہ سوچتا ہی رہ گیا۔اتنی دل فریب اور خوب صورت ہوتے ہوئے بھی وہ کتنی چکٹ ہے۔چکٹ اس کی زبان میں وہی لڑکیاں کہلاتیں جو رومان کی حد سے بڑھ کر شادی کے لیے پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جائیں۔ایسی لڑکیوں کے نام سے وہ پہلے ہی اپنا فاتحہ پڑھ لیا کرتا تھا۔وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ خدا کرے خان صاحب کو بھی کوئی لڑکی پسند کر لے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ناشتے کے فوراً بعد ہی ان کی روانگی کا پروگرام بن گیا۔ گوٹیا نے انھیں لامدوس کے شہریوں کے لباس فراہم کر دیے تھے اور شکلوں کو سیاہی مائل کر لینا تو خان کے میک اپ باکس کی معمولی سی کرامت تھی۔ وہ جس وقت گوٹیما کے مکان سے دو دو، ایک ایک، کر کے نکلے تو کسی نے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ہر ہائی نس ماؤنچی کا جالی دار صندوق اس وقت ایک سرخ اون والے جالی دار غلاف میں لپٹا گوٹیما کے پاس تھا۔ عام طور پر لامدوسی اس قسم کے کپڑے میں شاہی خاندان کے لیے تحفے لپیٹ کر لے جاتے تھے۔ خان اس وقت گوٹیما کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اور ان سے کافی پیچھے ثمینہ باقی آدمیوں کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ تعداد میں کل ۱۰ آدمی تھے۔ بالے ثمینہ کے ساتھ تھا اور راہ میں ملنے والی بعض لڑکیاں جب ان کے قریب سے گزرتیں تو ان دونوں کی طرف انگلی اٹھا کر مسکرا دیتیں۔

''کیا ہم کوئی کارٹون ہیں ان کے لیے؟'' بالے سے نہ رہا گیا۔

''وہ ہمیں کچھ اور سمجھ رہی ہیں۔'' ثمینہ نے جواب دیا۔

''مثلاً؟'' بالے ان جان بن کر اس سے صورت دیکھنے لگا۔

''واپسی پر۔'' ثمینہ نے شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

وہ تین لڑکیاں بھی کچھ دور تک اسرار، ابراہیم اور رؤف کو چھوڑنے آئی تھیں، بعد میں واپس چلی گئیں۔ بالے راہ چلتے چلتے کچھ آگے بڑھ کر اسرار اور رؤف کے قریب آ گیا۔

''اسلام میں چاروں شادیاں جائز ہیں۔'' وہ آپ ہی آپ بڑبڑایا۔

''ہمیں معلوم ہے، مفتی صاحب۔'' اسرار نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

''مقامِ تعجب ہے کہ ان خوب صورت لڑکیوں نے پاؤ درجن اولاد والے کنوارے باپوں کو کیسے پسند کر لیا ہے۔'' وہ بڑبڑانے والے انداز میں ان کے ہم قدم چلتے ہوئے بولا۔

''تمھیں رشک ہو رہا ہے کیا؟'' رؤف نے ٹوک دیا۔

Akram Allahabadi

''فاتحہ پڑھنے کو جی چاہ رہا ہے۔''

''کس کا؟''

''ان معصوم تتلیوں کا۔''

''تمہاری بہنیں تو نہیں ہیں کسی رشتے سے؟'' اسرار نے آہستہ سے پوچھا۔

''شٹ اپ...'' وہ اپ کو لسبا کر کے دبے حلق سے چیخا۔''یو منڈا بکرا۔'' وہ پیچھے کھسکنے لگا۔

''او اخروٹ کے بھیجے...'' اسرار کا موڈ بدل گیا۔

''میں نے اخروٹ نہیں بھیجے۔'' یہ کہتا ہوا وہ پھر پیچھے کھسک کر ثمینہ کے ساتھ آ گیا۔

''کیا کچھ جھگڑا ہو رہا تھا آپ لوگوں میں؟'' ثمینہ نے پوچھا۔

''اونہہ نہہ، پیار کی باتیں ہو رہی تھیں۔'' بالے نے بے تعلقی سے جواب دیا۔

اب ناہموار رستوں سے ہوتا ہوا یہ قافلہ ایک ایسے آباد مقام پر پہنچ گیا جہاں دو طرفہ اکہری اور ایک منزلہ عمارتیں ایک چوڑی سڑک کے دونوں طرف کھڑی ہوئی تھیں۔ یہاں وہ سڑک کی دوسری سمت سے دو کاریں آتی دیکھ کر چونک پڑے۔ انھیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس جذیرے میں ایسی پختہ سڑکیں ہوں گی اور ان پر موٹر کاریں دوڑتی ہوں گی۔ اور کچھ دیر بعد جب ایک نیلے رنگ کی پرانی ساخت کی سنگل بس ان کے سامنے آ کر رکی تو وہ اور حیران رہ گئے۔

گوٹیما کے اشارے پر وہ سب اس بس میں سوار ہو گئے اور بس ایک نامعلوم راستے پر روانہ ہو گئی۔

''اگلی ایک پہاڑی مقام ہے۔ یہ بس ہمیں وہاں تک پہنچا کر لوٹ آئے گی۔ اور پھر ہمیں اس خوف ناک راستے سے گزرنا پڑے گا جہاں گامن دیوتا کا بت کھڑا آسمان کو چھو رہا ہے۔'' گوٹیما نے خان سے کہا۔

Akram Allahabadi

''کیوں اس راستے میں کیا ہے؟''خان نے پوچھا۔

''کہتے ہیں کہ اس کا سایہ جس پر پڑ جاتا ہے اس کا پتا نہیں چلتا۔''گوئیما بولا۔

''اور کوئی راستہ نہیں ہے کیا؟''

''محفوظ راستہ صرف یہی ہے۔اگر ہم شہری راستے سے چلیں گے تو قدم قدم پر ہمیں مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔''وہ بولا۔

''تو پھر چلے چلو، دیکھا جائے گا اس مصیبت کو بھی کیا بلا ہے آخر۔''خان لاپرواہی سے بولا۔

''اگر ہم اس خطرے کو عبور کر گئے تو پھر بڑے کاہن تک بآسانی پہنچ جائیں گے۔''

''موگارو کیوں نہیں لوتا؟''

''وہ وہاں کے حالات کی نگرانی کر رہا ہے۔اس سلسلے میں قصرِ شاہی کی سازشوں سے بھی ہمارا باخبر رہنا ضروری ہے۔''گوئیما نے کہا۔

''مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے ہم علی باغ جا رہے ہیں۔''بالے سے چپ نہ رہا گیا۔

''تعجب ہے کہ آپ کو یہ بریلی کے پاگل خانے کا راستہ کیوں نہ معلوم ہوا۔''اسرار نے اس کی زبان پکڑ لی۔

''علی باغ میں کون سی خصوصیت ہے، بالے صاحب؟''رؤف نے اس سے سوال کیا۔

وہ گفتگو اتنے آہستہ لہجے میں کر رہے تھے کہ بس کے دوسرے مسافران کی باتیں نہ سن سکیں اور سن بھی لیں تو سمجھ نہ سکیں۔ویسے بھی یہاں کے عام لوگ اس زبان کو شاید سمجھ نہ سکتے۔لیکن بہرصورت انھیں اس طرح ان کے اجنبی ہونے کا شبہ تو ہو سکتا تھا۔

''ابراہیم سے پوچھ لو، یہ وہیں کا ہے؟''بالے نے بتایا۔

Akram Allahabadi

"نا بابا، میں رتنا گیری کا رہنے والا ہوں، علی باغ میں شکار پوری بستے ہیں۔" ابراہیم کانوں پر ہاتھ رکھ کر بول اٹھا۔ ان کی کھسر پھسر خان کے کانوں تک پہنچ گئی۔ وہ پلٹ کر انھیں گھورنے لگا اور سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ صرف ثمینہ کی مسکراہٹ قابو میں نہ آسکی۔

الگنی کے پہاڑی دیہات تک پہنچنے میں انھیں ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا۔ اس دوران میں کئی نئے مسافر گاڑی پر چڑھے اور کئی اترے۔ چڑھائی پر دو بار گاڑی فیل ہوئی، مگر بالآخر وہ مقام آہی گیا۔ بس یہاں سے آگے نہ جاتی تھی۔ الگنی میں ہتھیاروں کا میلہ ہر ہفتے لگا کرتا تھا اور آج بھی لگا ہوا تھا۔ ہتھیاروں کے میلے میں لامدوس کے مشرقی ساحلی علاقوں کے لوہار اور ہتھیار فروش اس پہاڑی علاقے میں طرح طرح کے ہتھیار لے کر آتے اور خصوصاً لامدوس کے قبائلی ان کے خریدار ہوتے۔ گوئیما کے آدمیوں کو بھی پہاڑی سفر کے لیے یہاں سے کچھ ہتھیار خریدنے تھے۔ اور پھر ان کا راستہ بھی اسی میلے سے ہو کر گزرتا تھا۔

اپنے سامان اٹھائے جس وقت وہ اس مقام پر پہنچے تو میلے میں مردوں کے دوش بدوش ہنستی قہقہہ لگاتی گھومتی ہوئی لامدوس کی دوشیزاؤں کو دیکھ کر بالے کو خدا کی قدرت یاد آگئی۔ شاید قدرت نے اپنی مصوری کے شاہ کار سمندروں کے درمیان اس جزیرے میں جمع کر دیے ہوں۔ سرخ و سفید رنگ کی دل فریب خدوخال والی پرشباب دوشیزائیں جنھیں ہندوستان کے لوگ اگر خواب میں دیکھ کر اپسرائیں کہتے تو بے جا نہ ہوتا۔ انھیں دیکھنے کے بعد بالے نے گھوم کر ایک بار پھر ثمینہ کو دیکھا، مگر وہ ان سے بھی زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔

"زوبو..." وہ ایک دم اچھل کر چیخی اور ایک دکان پر کھڑے ہتھیار دیکھتے ہوئے ایک کھلے ہوئے رنگ کے نوجوان سے دوڑ کر لپٹ گئی۔ بالے کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔

"کیا حال ہے، بالے صاحب؟" رؤف نے پیچھے سے کٹے پر نمک چھڑک دیا۔ وہ سر سے پیر تک سرخ ہو گیا۔

"آپ کی دعا ہے۔" وہ جلے ہوئے انداز میں بولا۔ اسے حیرت سی تھی کہ گوئیما نے

بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ گومیما کے آدمی بھی ان دکانوں پر ہتھیار دیکھنے لگے۔ دکانیں کیا تھیں یا تو زمین پر موٹی موٹی کھالیں بچھا کر ان پر ہتھیار سجا دیے گئے تھے یا پھر چھوٹی چھوٹی لکڑی کی گٹھیوں میں انھیں سجایا گیا تھا۔ ان ہتھیاروں میں صفائی سے تیار کیے گئے چھوٹے بڑے چاقوؤں کے علاوہ لکڑی اور ہاتھی دانت کے دستوں والے ہلالی اور سیدھے چمک دار چھرے، نیزوں کی انیاں، تیر کمان، ڈھالیں، تلواروں کی طرح مڑے ہوئے کھانڈے اور دودھاری برچھے وغیرہ سب ہی تھے۔ صرف ایک دکان بندوقوں کی تھی جہاں دو تین قد آور اور لباس سے اچھی حیثیت کے نظر آنے والے آدمی کھڑے بندوقیں دیکھ رہے تھے۔ گومیما نے بتایا۔ ''بندوقیں صرف وہ لوگ خرید سکتے ہیں جن کے پاس بڑے کاہن کی طرف سے ملا ہوا نیک ہونے کا سرٹیفکیٹ اور شاہی اجازت نامہ ہو۔''

اچانک ایک تیر سنسناتا ہوا خان کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ وہ سب چونک پڑے۔ ایک دکان پر دو بدشکل آدمی کھڑے تیر کمان دیکھ رہے تھے اور یہ تیر ان میں سے ہی کسی نے چلایا تھا۔ گومیما غصے سے سرخ ہو کر ان کے سر پر پہنچ گیا، لیکن وہ خوشامدانہ انداز میں شاید اس سے معذرت کرنے لگے۔

ٹھیک اسی وقت ثمینہ کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ وہ چیخ رہی تھی اور ایک بہت تن درست قسم کا سرخ و سفید آدمی اسے بازوؤں میں جکڑے ہوئے تھا۔ وہ آدمی جس سے دوڑ کر وہ لپٹی تھی کچھ فاصلے پر زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ بالے یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نہ صرف گومیما اور اس کے تمام ساتھی، بلکہ میلے کے تمام آدمی دم بخود کھڑے اس منظر کو نفرت و بے چارگی کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ آدمی پستول، بندوق اور تقریباً تمام قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھا۔

''آپ لوگ اسے ٹوکتے کیوں نہیں؟'' بالے گومیما کے پاس آ کر بولا۔

''وہ گاربو ہے، یہاں کا شہزادہ اور اگنی کے سردار کا بیٹا۔ اس کو کوئی نہیں ٹوک سکتا

کیوں کہ اس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔'' گومیما نے سہمے ہوئے لہجے میں بتایا۔

''لاحول ولاقوۃ۔'' بالے نے برا سا منہ بنایا۔ ''کیا فرماتے ہیں علمائے پولیس؟'' اس نے آہستہ سے خان سے پوچھا۔

''انسانیت کا تقاضہ یہی ہے کہ نپٹ لیا جائے۔'' خان کا غیر متوقع جواب اسے ملا۔ اسے احتمال تھا کہ خان اسے روکے گا۔ کیوں کہ ان کا مشن ابھی ادھورا ہے، لیکن خان خود اس قسم کے شرزور اور مغرور آدمیوں کو برداشت نہیں کرپاتا تھا۔ خان کا اشارہ پاتے ہی رؤف اور اسرار بھی سنبھل گئے۔ انھوں نے اپنے کوٹ دوسروں کے حوالے کردیے۔

''بالے کسی ٹینی مرغے کی طرح اکڑتا ہوا گاربو کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ گاربو نے اسے عجیب وحشیانہ نظروں سے سر سے پیر تک دیکھا اور پھر ایک فلک شگاف قہقہہ اس کے بڑے بڑے دانتوں والے منہ سے بلند ہوکر پھیل گیا۔ مگر دوسرے لمحے ہی اس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ بالے نے باکسنگ کے تجربے کا بہترین گھونسا اس کے داہنے جبڑے پر رسید کیا تھا۔ وہ کپٹی تھام کر لڑکھڑا گیا اور ثمینہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

''اسے اٹھاؤ۔'' بالے نے پلٹ کر زخمی بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کرکے گومیما سے کہا۔ لیکن اس کی ہمت اب بھی نہ ہوئی کہ آگے بڑھے۔ سینکڑوں لامدوسی دونوں طرف کھڑے اس منظر کو حیرت کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے سامنے پہلے کسی نے گاربو کو چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ سب طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ مگر خان اطمینان سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

گاربو جلد ہی سنبھل گیا۔ وہ اب سخت غضب ناک ہوگیا تھا اور اس کے منہ سے غصے سے جھاگ نکلنے لگا تھا۔ چوڑے سینے اور بیضوی شکل والے اس دیو کی غصہ ور کیفیت کو دیکھ کر خود ثمینہ بھی کانپ گئی۔

''تم ادھر جاؤ۔'' بالے نے اسے خان کی طرف دھکیلا۔

ہمف...ہوا...ہچ..." گاربو کے منہ سے مرکھنے جنگلی بھینسے کی طرح آوازیں نکلیں اور وہ جست کرکے بالے پر ٹوٹ پڑا، مگر بالے نے فری اسٹائل کے کسی ایکسپرٹ کی طرح اس کا وار دے کر گھٹنوں سے اسے اس طرح اچھال دیا جیسے فٹ بال، اور وہ کلاٹ کھا کر زمین پر چت جا گرا۔ سارا مجمع تحسین کے لا مدوسی الفاظ سے گونج اٹھا اور خوشی سے ثمینہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اٹھ کر دوبارہ بالے پر جھپٹا، مگر بالے نے جھک کر اس زور سے اس کے پیٹ میں اپنا سر مارا کہ وہ پیٹ پکڑ کر جھک گیا اوپر سے بالے کا دوہتڑ اس کی گردن پر پڑا اور وہ اوندھا گر پڑا۔ مجمع سے پھر قہقہے بلند ہونے لگے۔

"یار یہ تو فری اسٹائل پہلوان نکلا۔" رؤف نے ابراہیم سے آہستہ سے کہا۔

"مونچھیں رکھ کر تمہیں تو شرم آنی چاہیے۔"

بالے اب ہاتھ جھاڑتا ہوا پلٹنے ہی والا تھا کہ خان چیخ اٹھا۔ "بالے، بچو۔" اور بالے فوراً زمین پر بیٹھ گیا۔ پستول کی گولی اس کے سر کے بالوں سے چھلتی ہوئی نکل کر ایک درخت پر پڑی۔ لیکن دوسرے لمحے ہی خان کی پستول سے شعلہ نکلا اور گاربو کا ہاتھ جھول گیا۔ یہ دیکھتے ہی گاربو کے آدمی خان اور بالے پر ٹوٹ پڑے، مگر اسرار اور رؤف بیچ میں آ گئے۔ گومیما اور اس کے آدمی بھی خاموش نہ رہ سکے۔ ایک خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور لوگ دکانیں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ خان کے ایک طاقتور گھونسے سے اس وقت گاربو بے ہوش ہو چکا تھا اور گرانڈیل رؤف اور اسرار نے اس بری طرح حملہ آوروں کو پچھاڑنا شروع کیا کہ وہ بوکھلا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ذرا سی دیر میں سارا میدان صاف ہو گیا۔ اتنی دیر میں وہ زخمی جوان آدمی ہوش میں آ چکا تھا۔ ثمینہ اور گومیما سے اس نے کچھ باتیں کی اور پھر اپنا سر تھامے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آبادی کی طرف چلا گیا۔

"آپ نے مجھے بچا لیا میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔" ثمینہ اس کے قریب آ کر لجاتی ہوئی آواز میں بولی۔

Akram Allahabadi

''اس کی ضرورت نہیں۔'' بالے نے خشک سا جواب دے کر رخ دوسری طرف کرلیا۔

''ہمیں یہاں سے جلد نکل چلنا چاہیے، ورنہ کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور کھڑی ہوجائے گی۔'' گوئیما نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ چناں چہ وہ بازار کا راستہ کاٹ کر ایک ٹیلے کے پیچھے سے گھوم کر اوپر کی طرف ہو لیے۔

راستہ بھر کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا سوائے اس کے کہ ان کی راہ بہت دشوار گزار تھی اور کئی موقعوں پر انھیں پہاڑوں پر ایسی تنگ پگڈنڈیوں سے گزرنا پڑا کہ ذرا سے جھونک میں پیر پھسل جاتا اور وہ کئی سو فٹ نیچے جا گرتے۔

سہ پہر کے وقت وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں اونچی نیچی چٹانوں والے ایک میدان کے ایک سرے پر جہاں سے اونچائی شروع ہوتی تھی، وہ خوف ناک شکل نظر آنے لگی جسے لامدوں کے لوگ تباہی کا دیوتا گامن کہتے تھے اور جس کے سائے سے گزرے بغیر آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ یہ وہ راستہ تھا جسے لوگ استعمال نہیں کرتے تھے اور شاید اس وجہ سے الگنی والوں نے ان کا تعاقب نہ کیا ہوگا۔ وہ ایک دیوہیکل پتھریلی چٹان تھی جس کا کٹاؤ قدرتی طور پر کچھ اس طرح کا تھا جیسے ۶۰۔۷۰ فٹ اونچا ایک دیو کھڑا آسمان سے باتیں کر رہا ہو۔ وہ مکمل انسانی سایہ نظر آتا تھا، کسی خوف ناک اور دیوپیکر انسان کی شبیہہ۔ اس کے دونوں ہاتھ آگے کی طرف پھیلے اور مڑے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سر جھکائے وہ زمین کی طرف دیکھتے ہوئے نیچے نظر آنے والی ہر چیز کو دبوچ لینا چاہتا ہو۔

''یہی ہے وہ خطرناک مرحلہ جس سے ہمیں گزرنا ہے۔'' گوئیما نے بتایا۔

''وہاں تو سوائے ویرانی کے اور کچھ نظر نہیں آتا، تم نے من گھڑت روایتیں سنی ہوں گی یا لوگ دور سے ہی اس دیو کی شبیہہ کو دیکھ کر ڈر جاتے ہوں گے۔'' خان نے جواب دیا۔

''دیکھا تو میں نے بھی اسے پہلی بار ہے، لیکن سنا ضرور تھا۔'' گوئیما نے بھی اپنے

یقین کر کمزور کرتے ہوئے کہا۔

''قریب تو چلو دیکھا جائے گا۔'' خان یہ کہہ کر خود آگے بڑھنے لگا۔

''لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت اس کا سایہ سیدھا اور نیچے پڑتا ہے اس وقت اس میں گامن دیوتا کی روح آجاتی ہے اور پھر جو چیز اس سائے میں پڑتی ہے غائب ہو جاتی ہے۔''

''یعنی اس کا کوئی وقت مقرر ہے؟''

ممکن ہے، اور وہ دیکھیے، اس وقت اس کا سایہ نیچے کی طرف ہی ڈھل رہا ہے۔''

''تم لوگ وہم کے شکار ہو۔ بیسویں صدی میں ایسے دیوتاؤں کا گزر نہیں رہا۔''

خان مسکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا۔ بالے نے اب تک ثمینہ سے گفتگو نہیں کی تھی، حالاں کہ وہ کئی بار ٹوک چکی تھی۔

''جب اتنی ہی نفرت تھی تو میری جان کیوں بچائی تھی آپ نے؟'' وہ بالے کا بازو تھام کر جھنجلاتی ہوئی بولی۔

''تاکہ تم اس زخمی نوجوان آدمی سے پھر گلے مل سکو۔'' بالے نے آخر اپنے دماغ کا زہر انڈیل ہی دیا۔

''کیا...؟'' وہ چونک پڑی۔ ''تو تم... تم اسے کیا سمجھ رہے تھے ابھی تک؟ وہ میرا بھائی انتیما ہے۔'' ثمینہ نے معصومیت کے ساتھ کہا۔

''بھائی...؟'' بالے نے حیرت سے پوچھا۔

''اور کیا اور میں اسے تمہاری طرف اشارہ کر کے یہی بتا رہی تھی کہ میں نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔ وہ خود تم سے ملنے آرہا تھا جب سورگا ربو نے اچانک مجھے تھام لیا اور بھائی بولا تو اس کے سر پر کھانڈے کا دستا مار دیا۔'' اس نے بتایا۔

''تب تو مجھے میرا ہی شکریہ ادا کرنا چاہیے۔''

''کیوں؟''

Akram Allahabadi

''کیوں کہ میں نے غلط فہمی کے باوجود صحیح وقت پر تمہاری مدد کی۔'' وہ بولا۔

''وہ تو کرنا ہی پڑتا۔'' ثمینہ نے شوخی کے ساتھ منہ چڑا کر کہا اور ہنستی ہوئی گوئیما کی طرف بھاگ گئی۔ بالے دیکھتا ہی رہ گیا۔

''یار لونڈیا تو بہت چنچل ہے۔'' پیچھے سے آکر رؤف نے تبصرہ کیا۔

''شرم کرو، وہ تمہیں رؤف بھائی کہتی ہے۔'' بالے نے اسے دبی زبان سے ڈانٹا۔

''ارے واہ، بلا وصیت جائداد کے وارث بن بیٹھے۔'' اسرار بھی آکر بحث میں شامل ہوگیا۔

''کیوں آپ کی پٹی داری ہے کیا؟''

''نعوذ باللہ، نعوذ باللہ۔ بھلا یہ منہ اور مسور کی دال۔'' اسرار نے خود اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

''مسور سے م نکال دیجیے، باقی آپ کے منہ میں۔''

''لاحول ولاقوۃ۔'' اسرار نے زمین پر تھوک دیا۔

''تھم جاؤ۔'' خان کی آواز پیچھے سے سنائی دی۔ انھوں نے پلٹ کر دیکھا۔ خان اور گوئیما معہ ساتھیوں کے سر اٹھائے اس پتھر کے بت کی طرف دیکھ رہے تھے جس کے منہ سے ابھی ابھی ایک عجیب سی آواز نکلی تھی۔

''وہم ہوگا تمہارا؟'' خان نے گوئیما سے کہا۔

''میں ن اپنے کانوں سے سنی ہے وہ آواز۔'' گوئیما بولا۔

مگر اسی وقت کسی کی چیخ نے انھیں اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ گوئیما کے وہ ۲ آدمی جو اس واجب الاحترام بلی کا جالی دار صندوق لیے چل رہے تھے، ان کی نظروں سے غائب ہو چکے تھے اور غالباً یہ چیخ ان میں سے ہی کسی کی تھی۔ خان فوراً دوڑ پڑا۔ پستول اس نے ہاتھ میں نکال لیا تھا۔ بالے، اسرار وغیرہ بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ ہلکی ہلکی خشک

گھاس والی زمین صاف پڑی ہوئی تھی۔ ماحول پر گہرا سکوت مسلط تھا اور تباہی کے دیوتا گامن کا دیوہیکل بت زمین کو اپنے بازوؤں میں بھینچنے کے لیے بازو پھیلائے خاموش کھڑا تھا۔ اس کا سایہ اب ترچھا ہو چکا تھا۔

''تم دانستہ اس طرف آئے ہی کیوں تھے؟'' خان نے جھنجلا کر گوئیما سے کہا۔

''دوسرا راستہ اس سے بھی کہیں زیادہ خطرناک تھا۔ یہاں تو یہ بھی خیال تھا کہ ممکن ہے دیوتا گامن کی یہ ہدایت محض وہم ہو۔'' گوئیما نے بتایا۔ وہ لوگ بہت پریشان نظر آ رہے تھے۔

''اب تو ہم کہیں منہ نہ دکھا سکیں گے۔'' وہ پھر بولا۔ ''اس سے بہتر ہے کہ ہم لوگوں کو یہیں چھوڑ کر آپ لوگ لوٹ جایئے۔'' وہ مایوس لہجے میں کہنے لگا۔

''جس امانت کو اتنی مشکلوں سے ہم یہاں تک لے کر آ پہنچے اس کی اتنی آسانی سے گم ہو جانے پر ہم خاموش واپس نہیں جا سکتے۔'' خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''مگر اب ہو ہی کیا سکتا ہے؟'' بالے بھی سوچنے لگا۔

''آگے یہاں سے قریب کون سی آبادی ہے؟'' خان نے گوئیما سے پوچھا۔

''پاسی ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ڈھلوان کے بعد، یہاں سے تین چار میل ہوگا۔''

''تو تم لوگ وہاں پہنچ کر ہمارا انتظار کرو اور جب تک ہم نہ آ جائیں اس مقام کو نہ چھوڑنا۔'' خان نے یہ کہہ کر صرف بالے کو ساتھ لے لیا۔

''لیکن آپ کے لیے یہ مقام ان جانے ہیں، آپ کیوں ایسا خطرہ مول لے رہے ہیں؟'' گوئیما نے اسے روکنا چاہا۔

''تم اطمینان رکھو ہم بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہیں۔'' خان نے بالے کو ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خان جب کوئی فیصلہ کر لیتا تھا تو پھر وہ بہر صورت اٹل ہوتا۔ خان کے ساتھی یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ سوچ سمجھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ مجبوراً وہ اس کی

ہدایت کی تعمیل کرتے ہوئے پاسی کی طرف چل دیے۔اورخان اور بالے کچھ دوران کے پیچھے چل کراچانک ایک جھاڑی کی آڑ میں اس طرح دبک گئے کہ کسی ان جانے آدمی کواحساس بھی نہ ہوا کہ کوئی اس قافلے سے کم ہوگیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بالے کی روح

ڈھائی تین سو مکانوں پر مشتمل پاسی ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی تھی، جو ایک تنگ درے کے دوسری طرف واقع تھی۔ یہاں اتفاق سے آنے والے مہمانوں کا بڑے عجیب انداز میں استقبال ہوتا۔ خصوصاً جب کہ وہ متمول نظر آتے۔ ڈفلی بجا کر ناچتی گاتی لڑکیاں انھیں راستے سے ہی گھیر لیتیں اور ممکن ہے ان گوری نصف عریاں رانوں اور ادھ کھلے سینوں والی خوب صورت لڑکیوں کا یہ انداز یہاں والوں کے لیے پرکشش نہ ہو، لیکن اسرار اور رؤف جیسے لوگ بھی ان تھرکتی جوانیوں کو دیکھ کر ایک عجیب سے جذباتی امتحان سے گزر رہے تھے۔ پاسی میں بہت سی قیام گاہیں بسا اوقات خالی ہی رہتیں، صرف موسمِ سرما میں پہاڑی علاقے کے لوگ یہاں آ کر رہ جایا کرتے تھے اور ان دنوں پاسی کے بازار میں بھی کچھ زیادہ رونق پیدا ہو جاتی۔

جب آٹھ افراد پر مشتمل یہ قافلہ پاسی میں داخل ہوا تو بچے اور لڑکیاں تالیاں بجانے لگے۔ ''مونگو آ رہا...'' وہ ملے جلے نعرے لگا رہے تھے۔

''یہ لوگ ہمیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ ان کے لیے مہمان خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔'' گوئیما نے اسرار کو بتایا۔

''بڑے مہمان نواز ہوں گے تب تو یہ لوگ؟'' اسرار بولا۔

''ہونہہ... سب پیسے کے لیے، چار پیسے پھینکو اور سب کچھ خرید لو۔'' گوئیما نے حقارت سے کہا۔ ثمینہ نہ جانے کس فکر میں ڈوبی چپ چاپ چل رہی تھی۔ جیسے اسے ان کی باتوں سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ استقبال کرنے والی نیم برہنہ لڑکیوں کو دیکھ کر رؤف کی مونچھوں پر ڈمل تاؤ آ چلا تھا۔

کچھ دور پر انھیں ایک خوب صورت راہ بدل گیا، جس نے بازار سے دُوران کے

لیے ایک علاحدہ قیام گاہ کا انتظام کر دیا۔ وہ یہاں ٹھہر تو گئے لیکن ان میں سے کوئی اپنی جگہ مطمئن نہ تھا۔ گوئیما اور اس کے آدمیوں کو مقدس امانت کی گم شدگی کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ اسرار، رؤف اور ابراہیم خان اور بالے کے لیے فکر مند تھے اور ثمینہ واقعی سہ پہر سے اداس نظر آ رہی تھی۔ رات ہو گئی اور خان یا بالے کا کچھ پتا نہ چلا۔

''نئی جگہ ہے، خدانخواستہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گئے ہوں۔'' اسرار نے رؤف سے کہا۔ وہ تینوں اور گوئیما و ثمینہ اس وقت مکان کے جنگل کی طرف رخ والے برآمدے میں بیٹھے اس پہاڑی راستے کو دیکھ رہے تھے جو گامن دیوتا کے دیو پیکر بت کی طرف سے پاس تھا اور جس سے وہ خود آئے تھے۔

''میرا تو خیال ہے کہ ان لوگوں کو یہیں چھوڑ کر ہم دونوں چل کر دیکھیں کیا ہوا۔ میرا دل تو گھبرا رہا ہے۔'' اسرار نے گوئیما سے کہا۔

''میں تیار ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں بھی چلوں گا۔'' رؤف بھی اٹھا۔

''اور میں بھی۔'' ابراہیم کب پیچھے رہتا۔

''نہیں، اس طرح معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔ ہم میں سے کچھ آدمیوں کا یہاں رہنا ضروری ہے۔ خان صاحب نے کسی مصلحت سے ہی ایسا کیا ہو گا اور پھر زیادہ آدمیوں کی رات کے وقت اس راستے کی نقل و حرکت خطرناک بھی ہو گی اور مشکوک بھی۔'' اسرار نے انھیں سمجھایا۔

''اچھا، تو تم لوگ بھی اگر جلد نہ لوٹے تو پھر میں اور ابراہیم ڈھونڈنے نکل پڑیں گے۔'' رؤف نے شرط پیش کی۔

''تم لوگ صبح ہونے تک ہمارا انتظار کرنا۔'' اسرار نے تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ چند ضروری چیزیں جن میں ٹارچ، پستول، چاقو اور رسی وغیرہ بھی شامل تھے، ساتھ

لے کر چل پڑے۔انھوں نے پچھلے برآمدے کا ہی راستہ اختیار کیا تھا جس سے ان کی نقل و حرکت کی خبر کسی کو نہ ہو سکے۔

اور دونوں کے چلے جانے کے بعد باقی لوگوں کو بھی نیند نہ آئی۔وہ سردی کی شدت کی وجہ سے اپنے کمروں میں تو چلے گئے، لیکن جاگتے رہی۔ثمینہ بار بار اٹھ کر پچھلے برآمدے میں ٹہلنے چلی جاتی اور کئی کئی منٹ اس پہاڑی گزرگاہ کو گھورتی رہتی جس پر آج رات مطلع صاف ہونے کی وجہ سے نویں کے چاند نے ہلکی پیلی چاندنی پھیلا رکھی تھی اور جس راستے سے وہ لوگ آئے تھے۔نہ جانے کس کا انتظار تھا اسے، شاید بالے کا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا اس کی بے چینی بڑھتی جاتی۔ثمینہ کبھی بستر پر کروٹیں لیتی اور کبھی برآمدے میں ٹہلتی۔اس طرح آدھی رات گزر گئی۔ہواؤں کے سنسناہٹ تیز ہوگئی اور ماحول پہلے سے زیادہ ویران اور بھیانک ہوگیا۔یکا یک ثمینہ سر سے پیر تک لرز گئی۔برآمدے کے سامنے صرف پانچ قدم دور اونچی اٹھی ہوئی زمین پر سر سے پیر تک ایک سفید سا سایہ کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے اس نے ڈھیلی سفید عبا پہن رکھی ہو اور اس کی پھیکی چاندنی میں اس کا یہ پراسرار ظہور ثمینہ کے لیے اور زیادہ لرزہ خیز تھا، کیوں کہ لامدوسیوں کے اعتقاد کے مطابق بھوکی روحیں آدھی رات کو اکثر اپنے بچھڑے ہوؤں کو دیکھنے آتی ہیں یا پھر خوابوں میں ان سے ملاقات کرتی ہیں۔

"انگاریکا؟" ثمینہ نے اپنی زبان میں اس سے پوچھا کہ تم کون ہو، لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔اس کا چہرہ بھی اس کے لباس کی طرح سفید ہو رہا تھا۔

"مم ... میں۔" اچانک اس سفید سائے کے ہونٹ ہلے۔اس کی آواز کھنکتی ہوئی تھی۔

"میں... سارجنٹ بالے کی روح ہوں تم سے ملنے آئی ہوں۔" اس نے دبی مگر مترنمی سی آواز میں کہا۔

"بالے کی روح ؟" ثمینہ کنپٹی پر دونوں ہاتھ رکھ کر اچھل پڑی اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہاں۔مجھے گامن دیوتا نے مار ڈالا ہے مگر میں تمہارے بغیر بہت بے قرار ہوں۔"

روح نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔اس کا سفید جامہ چاندنی میں لہرا رہا تھا اور فضاؤں پر ایک وحشت ناک سکوت مسلط تھا۔ثمینہ کے ہوش اڑ گئے۔وہ سر سے پیر تک کانپ گئی۔

"تو...تو کیا واقعی تم...تم مر گئے؟" وہ حلق میں پھنستی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں۔مگر میرے ساتھیوں سے کہہ دو کہ وہ میرا انتقام ضرور لیں۔تم لوگ صبح ہونے سے پہلے میگابو چلے جاؤ ورنہ وہ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔" بالے کی روح نے بتایا۔

"اف..." وہ منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

"پہلے تم بڑے کاہن اوہاما سے مل کر سب کچھ اسے بتا دینا، تب میں تمہارا انتظار دوسری دنیا میں کروں گا۔" بالے کی روح نے کہا۔

"یہ کیا کیا تم نے...؟ کس ظالم نے مار ڈالا تمہیں؟" ثمینہ بچوں کی طرح بلک کر رو پڑی۔اس نے اپنا سر برآمدے کی بانس کی فینسنگ پر ٹیک دیا، مگر چند سسکیوں کے بعد جب اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔بالے کی روح جا چکی تھی۔

"او آگامو..." وہ روتی چیختی اپنے کمرے میں بستر پر جا گری۔اس کی آواز اور سسکیوں نے سب کو ہوشیار کر دیا اور جب اس نے رؤف اور ابراہیم وغیرہ سے بالے کی روح کی آمد کا ذکر کیا تو پہلے تو وہ اس پر یقین ہی نہ کرتے تھے لیکن جب اس نے رو رو کر سب تفصیل بتائی تو وہ بھی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"کیا ہم اسی وقت نہیں چل سکتے وہاں؟" رؤف نے اسرار سے پوچھا۔

"کیا اس کی روح نے خان صاحب کا ذکر نہیں کیا؟"

"نہیں، اور نہ میں نے پوچھا۔" ثمینہ نے روندھی آواز میں بتایا۔

Akram Allahabadi

''پتا نہیں اسرار اور گوئیما کہاں پہنچے ہوں گے، کیا معاملہ ہے۔'' رؤف سوچ میں پڑ گیا۔

''اپنی تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کہیں ثمینہ کا وہم ہی نہ ہو۔'' ابراہیم بولا۔

''اور اگر ہم اسے وہم سمجھ کر یہاں سے نہ ہٹے اور کچھ ہو گیا تو؟''

''تم یہیں ان لوگوں کے ساتھ ٹھہرو اور میں ایک آدمی کو ساتھ لے جا کر اس مقام کو دیکھتا ہوں۔ سارا اندھیر وہیں سے شروع ہوا ہے۔'' رؤف نے ابراہیم سے کہا۔

''ایسا کیا جائے کہ ثمینہ کو دوسرے آدمیوں کے ساتھ سیگا بو کی طرف روانہ کر دیا جائے اور ہم لوگ چل کر انھیں تلاش کریں۔'' ابراہیم نے تجویز پیش کی۔ لیکن رؤف اس پر متفق نہ ہوا۔ ایک آدمی کا اس پارٹی کے ساتھ رہنا ضروری تھا اور لامدوس کے ان علاقوں اور راستوں سے واقفیت رکھنے والے ایک لامدوسی کا اس کے ساتھ جانا ضروری تھا، اس لیے وہ گوئیما کے ایک آدمی کو ساتھ لے کر اسی وقت گامن دیوتا کے ویرانے کی طرف چل پڑا اور ابرہیم، ثمینہ اور ان کے ساتھی شیگا بو کے لیے روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ ثمینہ کی سسکیاں اب تک جاری تھیں۔ رؤف ان کو یہ بھی جتا گیا تھا کہ وہ پو پھٹنے تک ان کی واپسی کا اور انتظام کر کے پو پھٹتے ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

☆☆☆☆☆☆

گامن دیوتا تک پہنچنے کا راستہ دن میں ہی کچھ کم دشوار گزار نہ تھا۔ اگرچہ اس پلیٹونما پہاڑی علاقے میں جنگلی درندوں کا کوئی خطرہ نہ تھا تاہم تنگ درے سے کچھ دور تک کا راستہ مخدوش ضرور تھا اور اگر چاندنی رات اور مطلع صاف نہ ہوتا تو واقعی انھیں بڑی مشکل پیش آتی۔ یہ صرف ان کا جذبۂ وفاداری تھا جو مجنونانہ طریقے پر انھیں سب کچھ کرنے پر آمادہ کر رہا تھا۔

وہ کسی نہ کسی طرح اس پرہول بت تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن مارچ کی

روشنی اس کے سائے میں پھینکتے ہی وہ چونک پڑے۔اس بت کے سائے میں ایک انسانی لاش پڑی ہوئی تھی۔

''آگے نہ جاؤ،اس کے سائے میں کوئی بچتا نہیں۔'' دوسرا آدمی جو عقیدتاً اس بت کے سامنے جھک گیا تھا،رؤف کو ٹوکتے ہوئے بولا۔

''اس کی تو ایسی کی تیسی۔'' رؤف نے جوش میں کہا۔اور اس کے سائے میں کود گیا۔

وہ آدمی حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا۔رؤف کو بہر حال کچھ نہ ہوا۔اس نا رچ سے اس لاش کو قریب سے دیکھا،یہ لاش گومیما کی تھی۔وہ چونک پڑا۔

''بے چارہ گومیما۔''اس کے منہ سے نکلا۔اس سے کچھ دور ایک سنہری بلی کی لاش بھی پڑی تھی۔

''کیا...؟'' گومیما کا آدمی حیرت سے چلایا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت اس بت کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور دیکھتے دیکھتے رؤف جس جگہ کھڑا تھا وہاں کی زمین اچانک اندر دھنس گئی۔گومیما کا آدمی خوف سے لرز کر وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

☆☆☆☆☆☆

ابراہیم اور ثمینہ وغیرہ روانگی کی تیاری مکمل کر کے رؤف کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے اور پو پھٹنے کا وقت اب قریب آچکا تھا کہ اچانک دروازے پر کسی کی بے تحاشا دستک نے انھیں چونکا دیا۔دروازہ ابراہیم نے جیسے ہی کھولا،وہ آدمی اوندھے منہ اندر گر پڑا۔وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔

''وہ...وہ لاش..اور سب...ویوتا سب کو...کھا گیا...'' اس نے بتایا۔وہ سب چونک پڑے۔ابراہیم سکتے میں رہ گیا۔

Akram Allahabadi

"کومیما... کومیما..." وہ پھر کہتے کہتے ہانپنے لگا۔

"کیا ہوا میرے باپ کو؟" ثمینہ گھبرا گئی۔

"ان کی لاش... وہ... وہ بھی غائب..."

مگر ٹھیک اسی وقت اس مکان کے باہر بہت سے بھاری گھنٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ "شاید ہماری موت بھی آپہنچی۔"

"وہ... وہ... گن تارا..." ایک لامدوی نے چیخ کر ان کی توجہ برآمدے سے باہر آسمان پر نظر آتے ہوئے ایک ستارے کی طرف منعطف کرائی۔ اسے دیکھتے ہی تمام لامدوی گھبرا کر زمین پر گر پڑے اور ابراہیم حیرت سے کھڑا دیکھتا رہا۔ باہر پاس کی آبادی گھنٹوں کی آوازوں سے گونجتی رہی۔ وہ ٹہلتا ٹہلتا باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا پاس کی سڑکوں پر بہت سے آدمی ہاتھوں میں شمعیں لیے اس ستارے کو دیکھ دیکھ کر کچھ بڑبڑا رہے ہیں۔ ان کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ وہ گھبرایا ہوا لوٹ آیا۔ ثمینہ اس وقت تک کھڑی ہو چکی تھی۔

"یہ خونی ستارہ۔" اس نے آسمان پر چمکتے ہوئے اس سرخ ستارے کی طرف اشارہ کیا۔ "آج نہ جانے کس کس کی جانیں جائیں گی، کتنے خون ہوئے ہوں گے۔" وہ بڑبڑائی۔

"کیوں، اس میں کیا بات ہے؟" ابراہیم نے پوچھا۔

"یہ خونی ستارہ جب آسمان پر ابھرتا ہے تو لامدوس میں کہیں نہ کہیں بڑا آدمی ضرور مرتا ہے۔ کسی نہ کسی پر تباہی ضرور آتی ہے۔" وہ بتانے لگی۔

"اور جو ہماری ہی موت آتی ہو؟" ثمینہ کا ایک ساتھی خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"نکل چلو جلدی سے یہاں سے۔" ثمینہ نے کہا۔ "یہ جگہ خطرے سے خالی نہیں معلوم ہوتی۔"

"میں تو اپنے ساتھیوں کے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا، چاہے میری موت ہی کیوں

نہ آجائے۔" ابراہیم اکڑ گیا۔مگران کے باتیں کرتے کرتے پاسی والوں نے اس مکان کو گھیر لیا۔وہ چاروں طرف سے شور مچانے لگے۔ان کی آوازیں سن کر ثمینہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"وہ ہمیں مارنے آئے ہیں۔ان کے خیال میں یہ نحوست ہم نئے مہمانوں کی وجہ سے آئی ہے۔بڑے جنگلی ہیں یہ سور۔" ثمینہ پیر پٹکتے ہوئے بولی۔باہر شور بڑھتا جارہا تھا اور گوئیما کے آدمیوں کا رنگ زرد پڑتا جارہا تھا۔

پھر برآمدے میں بھاری بھاری قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی اور دوسرے لمحے کسی نے دروازے پر دستک دینی شروع کی

"فرار ناممکن ہے۔" ثمینہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا مگر اب معلوم ہورہا تھا جیسے اسے اب موت کا زیادہ خوف نہیں رہ گیا ہے۔مکان کا دروازہ باہر سے توڑ ڈالا گیا،مگر جو لوگ اندر داخل ہوئے وہ لامدوس کی پولیس کے آدمی تھے۔انھوں نے ان آدمیوں کو معہ ثمینہ اور ابرہیم کے اپنے حلقے میں لے لیا۔

"یہ لوگ تمہیں منحوس سمجھ رہے ہیں،تم ہمارے ساتھ چلو۔" ان میں سے ایک دہرے بدن کا موٹا سا، جو ان کا افسر معلوم ہوتا تھا، بھاری آواز میں لامدوسی زبان میں بولا۔

وہ مجبوراً اس کے پیچھے ہولیے۔پولیس باہر کی بھیڑ کو چیرتے ہوئے ان کے گزرنے کے لیے راستہ بناتی گئی۔اور وہ بالآخر ان کو لعن طعن کرتے ہوئے ہجوم سے باہر نکل گئے۔مجمع میں سے کسی نے ان پر پتھر بھی پھینکے،لیکن خیریت ہوئی کہ کسی کو زخم نہیں آیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

عجیب وصیت

شیگابو، لامدوس کا دارالخلافہ تھا۔ کسی اوسط ہندوستانی شہر کی طرح یہ تقریباً ۸۰ ہزار کی آبادی والا صدر مقام اپنے تمام دوسرے علاقوں سے مختلف اور ترقی یافتہ تھا۔ یہاں ساحلی علاقوں کی ریلوے لائن ہوٹریں، چینی شاخت کے مکانات اور جدید طرز کے تین سے چار منزلہ تک کی عمارتیں بھی تھی ورشاہی محلات بھی جو قدیم طرز کے شاہانِ چین کے محلات سے مشابہ تھے، لیکن اس ترقی یافتہ دارالحکومت، میں جہاں خاندانِ شاہی کے افراد خوب صورت موٹر کاروں پر گھومتے تھے، عام آبادی ساحلی علاقوں کے لامدوسیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ شہری لوگ برمیوں یا ملایا کے لوگوں کی طرح تہبند کی طرح کا ریشمین کپڑا، پاجامہ یا پتلون کی جگہ پہنتے تھے اور اوپر سے رانوں تک کے کوٹ نما کرتے وغیرہ۔ البتہ ان کے سروں پر ایک اوندھی ٹوکری کی طرح کی گول ٹوپی ہوتی تھی اور اس لباس کا کوئی آدمی اس ٹوپی سے مستثنیٰ نظر نہیں آتا تھا۔ ان کے جوتے پھول دار اور بغیر بند کے ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی لامدوس کے لوگ کافی وہم پرست واقع ہوئے تھے۔

دیوتا آگاموکا ایک بڑا معبد شہر کے بیچ میں تھا اور اس کے چھوٹے چھوٹے چوکور محل نما معبد خانے مختلف شاہراہوں اور شہری علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا دیوتا آگاموبھی نادیدہ تھا۔ ان کے معبد خانے میں اور کچھ نہ ہوتا سوائے ایک ایسے چوکور چراغ دان کے جس میں ہر وقت عود سلگتا رہتا تھا۔

گذشتہ شب جو منحوس سرخ ستارہ آسمان پر ابھرا تھا اس نے آج تہلکہ مچا رکھا تھا۔ وہ تباہی کی علامت تھا اور جب بھی آسمان پر ظاہر ہوتا کسی نہ کسی بڑی شخصیت کی موت ہوتی یا کوئی تباہی آجاتی۔ اس عقیدے کے مطابق آج سارے لامدوس میں معبد خانے بھرے نظر آرہے

تھے اور لوگ تباہی سے بچنے کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اور یہ سب کچھ ایسے وقت پر ہو رہا تھا جب ایک طرف تو لامدوس کے ایوانِ شہزادگان کا دربار قصرِ ابابا میں لگا ہوا تھا اور دوسری طرف شہر کی سب سے بڑی شاہراہ کے ایک چوراہے پر بجلی کے ایک ستون کے ساتھ ایک لاش اس طرح ٹنگی ہوئی تھی جیسے اسے سولی دی گئی ہو۔

یہ گوئیما کی لاش تھی جو شاہ لامدوس کے معتمدین میں موگارو کے بعد دوسرا درجہ رکھتا تھا۔ ممکن ہے اس منحوس ستارے نے اسی کی موت کا اعلان کیا ہو۔ لیکن اس سے بھی بڑی موت اس واجب الاحترام بلی کی تھی جس کے لیے کل رات اسی دارالحکومت میں بڑے کاہن اوہاما نے تخت نشینی کا اعلان کیا تھا اور آج شاہ مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کی نام زدگی پر پالتو بلی ماؤنچی لامدوس کے تخت پر بیٹھنے والی تھی۔ لامدوسیوں کی زندگی میں یہ میلا سب سے عجیب و غریب اعلان تھا جس پر رات سے ابھی تک ہر طرف تہلکہ مچا ہوا تھا اور لوگ مختلف گروہوں میں بٹ کر اس عجیب وصیت کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ دوسری طرف شاہی خاندان کے افراد کا برا حال تھا۔ وہ بری طرح چراغ پا تھے کہ سنبھالے نہ سنبھلتے تھے۔ مگر لامدوسیوں پر سب سے بڑا ہاتھ اس پراسرار بڑے کاہن اوہاما کا تھا جس کی ہر بات آنکھ بند کر کے مانی جاتی تھی اور یہ اعلان کیوں کہ بڑے کاہن نے کیا تھا، اس لیے کسی کی مجال نہ تھی جو مخالفت کرے اور اس عجیب اور الجھی ہوئی فضا میں جس وقت صبح صبح شاہراہ کے چوراہے پر اس واجب الاحترام بلی اور شاہ کے معتمد گوئیما کی لاشیں ٹنگی ہوئی دیکھی گئیں تو سارا شہر چونک پڑا۔ یہ کس کی اتنی ہمت تھی جس نے والئی لامدوس اور اس کے معتمد کو مار ڈالا تھا۔ ہر طرف چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور لامدوس کی پولیس ہر طرف مسلح کھڑی تھی۔

شیگابو کے شہری علاقے کے باہر ہندوستانی فوج کی چھاؤنی تھی اور بڑے کاہن کی درخواست پر پوری طرح تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ یہ فوج ہندوستانی بحریہ کے مستقر کی حیثیت سے دوستانہ معاہدے کی تحت لامدوس میں رہتی تھی، لیکن اسے لامدوس کے معاملات

سے کوئی سروکار نہ تھا سوائے اس کے کہ اگر لامدوس کو کبھی اس کی مدد کی ضرورت پڑ جائے تو فوج ان کے دشمنوں سے تحفظ کے لیے یا قیامِ امن کی خاطر ان کی مدد کرے۔ آدھا شہر اس چوراہے کی طرف ٹوٹ پڑا جہاں گوئیما اور شہید بلی کی لاش لٹکی ہوئی تھی۔ دن نکلتے ہی ان لاشوں کے اوپر تختیاں لگی تھیں جن پر لکھا تھا 'اندھے وفادار کا انجام' اور دوسری تختی پر لکھا تھا 'ولی عہد لامدوس ہرہائی نس ماؤنچی'۔

☆☆☆☆☆☆

قیصر ابابا کے باہر ایک لمبی قیصر کار رکے رکتے ہی لامدوسی پولیس کے سیکورٹی آفیسرز اٹینشن ہو گئے۔ بڑا کاہن اوہاما، لامدوس کا بے تاج بادشاہ، اس کار سے جیسے ہی اترا، قصر کے بیرونی اطراف میں ایک سناٹا چھا گیا۔ وہ منڈے ہوئے سر کا ایک دراز قد، دبلا پتلا آدمی تھا جس کا چہرہ بالوں سے خالی تھا اور اس نے گہرے نیلے رنگ کی لمبی عبا ٹخنوں تک پہنی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے اس کے دو خادم تھے اور دائیں بائیں ہتھیاروں سے مسلح دو سیکورٹی آفیسرز۔ بڑے کاہن کے اندر داخل ہوتے ہی پیچھے سے ایک دوسری کار آ کر رکی، یہ سرخ رنگ کی لینڈ و باڈی کار تھی۔ اس سے موگارو، سپرنٹنڈنٹ خان اور بالے معہ ایک آدمی کے، جو تا سر پا سرخ لباس میں تھا، اترے۔ لامدوسی سیکورٹی آفیسران اجنبیوں کو حیرت سے دیکھنے لگے، لیکن موگارو کو دیکھ کر وہ اٹینشن ہو گئے۔ خان اس وقت اپنے اصلی لباس میں تھا اور بالے نے ایک گرم سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہی ڈلیا تھی جس میں گدے لگے ہوئے تھے اور اس پر وہی سنہری بلی ہائی نس ماؤنچی آرام سے سونے کی زنجیر سے بندھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے منہ سے میاؤں کی آواز نکلتے ہی داخلی دروازے کے سپاہی پھر چونک کر اٹینشن ہو گئے۔ وہ سب کچھ بڑی حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

جیسے ہی خان نے دربار ہال میں قدم رکھا، سر بفلک سقف والا یہ بڑے بڑے

اونچے ستون والا ہال حیرت، مسرت اور حقارت کی ملی جلی سسکیوں سے گونج اٹھا اور دربار کے وسطی سرے پر نصف دائرے کی شکل کی سیڑھیوں کے اوپر بنے ہوئے تخت لامدوس کے دونوں سمت کئی قدم ہٹ کر شاہی خاندان کی نشستوں پر بیٹھی ہوئی حسین وجمیل شہزادی اور جوان اور ادھیڑ عمر کے شہزادے حیرت سے اچھل پڑے۔ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ان کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے۔وہ اپنی نشستوں سے ہٹ کر ہال کے وسط میں آ گئے۔

''یہ ناممکن ہے...ناممکن ہے۔ہندوستانی سوروں...تم ہمارا حق چھین کر ایک چار پاؤں کے جانور کو دلانے آئے ہو۔''ایک جوان شہزادہ خان کی طرف گھونسا تان کر دوڑا اور ایک حسین سی شہزادی جو واقعی حسن کی تمثیل کہی جا سکتی، بالے کی طرف شیرنی کی طرح بپھری ہوئی جھپٹ پڑی۔

''تم الو کے بچو...تم...اس تخت پر ایک بلی کو بٹھاؤ گے،ایک حقیر بلی؟''وہ چیخ کر بولی۔

''میڈم،آپ سرمہ کھایئے،یہ بلی نہیں،ہر ہائی نس ماؤنچی ہیں۔''بالے نے مسکرا کر جواب دیا۔''کیوں،ہر ہائی نس؟''وہ بلی کی طرف جھک کر بولا۔

''میاؤں...''بلی نے پلکیں جھپکا کر معصومیت سے جواب دیا۔اور وہ شہزادی پھر بپھر گئی۔

''میں شاہ لامدوس کی بھتیجی ہوں۔میں ان سازشوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دوں گی۔اس تخت پر حق میرا ہے۔''وہ بالے کے بالکل قریب آ کر گرجی۔

''آہا،بڑی آئی وہاں سے۔یہ میرا حق ہے۔میں شاہ لامدوس کی پہلی ملکہ کی بیٹی ہوں۔''

ایک دوسری شہزادی نے دوڑ کر اسے دھکیلا اور بالے دلچسپ نظروں سے ان کی لڑائی دیکھنے لگا۔دوسری طرف شہزادے خان اور موگارو سے الجھ رہے تھے اور دربار والے

حیرت سے یہ سب تماشا دیکھ رہے تھے۔حفاظتی افسران بھرے پستول ہاتھوں میں لیے خان اور بالے کے اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ یہ مصیبتیں ان تک نہ پہنچ سکیں۔

''خاموش رہیے، میں شاہ لامدوس کی وصیت آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔''بڑے کاہن کی گونجتی آواز نے سب کو چونکا دیا اور سارے دربار پر سناٹا چھا گیا۔

''تو گویا آپ ہمارا گلا دبانے پر تلے ہوئے ہیں۔''ایک شہزادی بھرائی ہوئی آواز میں چیخی۔

''آپ لوگوں کی آنکھوں پر ہوس چھائی ہے۔تاج وتخت کے لالچ نے آپ کو اندھا کر کے آپ سے جذبہ وفاداری چھین لیا ہے۔'' کاہن کی گرجتی کرخت آواز پورے ہال میں گونجنے لگی۔''خاموشی سے اپنی نشستوں پر بیٹھ جایے۔مقدس دیوتا آگاموخود حق اور ناحق کا فیصلہ کر دے گا۔''وہ بولا۔

اس کے بعد خان نے وہ بلی معہ اس لفافے کے بڑے کاہن کے حوالے کر دی اور وہ اسے ہاتھ میں تھامے سیڑھیاں چڑھتا تخت کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔دربار پر ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔لوگ شاہ مرحوم کے وصیت نامے کو سننے کے لیے بے قراری سے منتظر تھے۔خان اور بالے موگارو کے ساتھ تخت کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو گئے۔دربار کے تمام گارڈ پولیس آفیسر مؤدب کھڑے رہے اور بڑے کاہن اوہاما نے ایک مخملی بٹوے سے شاہ کا وصیت نامہ نکال کر پڑھنا شروع کیا۔دربار پر اس طرح سناٹا چھا گیا تھا جیسے خود شاہ لامدوس ان کے سامنے اپنے الفاظ میں کوئی حکم جاری کر رہا ہو۔

۱۔بادشاہ وہ ہے جس سے انسان کے علاوہ جانور بھی محبت کریں۔

۲۔قربانی،خلوص،وفا،ضبط وتحمل،انصاف اور رحم دلی اسے کے اعلیٰ ترین خصوصیتیں ہیں۔

۳۔ابوالہوس لائقِ گردن زنی ہے۔

۴۔تخت کے لیے کڑوی زبان کے حکمرانوں سے ایک بے زبان جانور اچھا ہے، جس کی زبان کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے گی۔اس لیے،اے میری پیاری بلی ماؤنچی، میں تجھے تخت لامدوس سونپتا ہوں۔تو زندگی کے آخری لمحے میں بھی میرے ساتھ رہی ہے۔

☆اے میرے لوگو،میری محبوب رعایا، یہ تمہاری وفاداری کا امتحان ہے۔

☆اے میرے عزیز وتم میں جو میرے لیے اپنے دل میں عزت اور محبت رکھتا ہو، وہ تخت کے سامنے سر جھکا دے، جو کسرِ نخوت رکھتا ہو وہ میرا نہیں۔

اے میرے دوست، رہبر اوہاما، تو خوب سمجھتا ہے میں کیا کہتا ہوں اور تو خوب جانتا ہے کیا ہونا چاہیے۔

کیا میری پیاری بے زبان شریف بلی اس ستھرے تخت پر نہ بیٹھے جو میری معصوم اور وفادار رعایا کی امانت ہے؟

اگر میں واقعی ایک رحم دل منصف اور ایماندار حکمران تھا تو میری رعایا میری وصیت کا ضرور احترام کرے گی اور پھر مقدس دیوتا آگاموخود فیصلہ کردے گا کہ کیا ہو کیا نہ ہو۔

فقط

ارکانوشاہ لامدوس

یہ ایک عجیب وغریب وصیت تھی، ایک سلجھے ہوئے اور بہت سمجھ دار حکمران کی۔کئی منٹ تک دربار پر سکتہ طاری رہا۔سب اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے۔ایک مشکل ترین امتحان، جس کے آگے خدا جانے کیا ہو۔اس درمیان میں لامدوس کا تاج ایک مرصع طشت میں لے آیا جا چکا تھا اور دربار ہال کے باہر محرابوں میں لٹکے ہوئے گھنٹوں کی جھنکار شہر والوں کے لیے اعلان کر رہی تھی کہ کوئی تخت نشین ہو رہا ہے۔

ایک قیمتی ہیروں سے سجی ہوئی سنہری پچکاری والی سرخ شال ایک دوسری تھالی میں رکھی ہوئی تھی۔تخت پر پہلے ایک شمع دان رکھ کر عود کا دھواں بلند کیا گیا۔اور پھر جیسے ہی بڑے

کاہن نے ماؤنچی کو اوپر اٹھایا کہ تخت پر بیٹھے، اچانک ایک فائر ہوا اور بجائے اس واجب الاحترام بلی کے، پاس کھڑا ہوا ایک شاہی ملازم سیڑھیوں سے لڑھک کر تڑپنے لگا۔ دوسرے لمحے خان کے پستول سے شعلہ نکلا اور دربار رہال کی لابی سے ایک آدمی لڑھکتا ہوا نیچے آ گرا۔ سارا دربار اچھل پڑا۔

''ایک ابوالہوس، ایک غدار۔'' کاہن کی رعب دار آواز گونجی۔ دربار پر پھر ایک سناٹا چھا گیا۔

بلی کو تخت پر بٹھا کر شال اوڑھا دی گئی۔ بالے اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ گارڈ آفیسرز نے اپنے پستول باہر نکال لیے تھے۔ انسانی تاریخ کا سب سے عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آ رہا تھا۔ ایک بلی کی تخت نشینی۔ ایک بادشاہ کی وصیت کی تکمیل اور بالآخر باہر گونجتے ہوئے گھنٹوں کی گونج میں اوہاما نے بلی کے سر پر وہ چھوٹا سا شاہی تاج رکھ دیا جو خاص طور پر اسی کے لیے تیار کرا لیا گیا تھا۔ بلی کے پاس ہی شاہ مرحوم کا تاج رکھا۔

''اب کون ہے جو اس تخت کا وفادار نہیں؟'' یکا یک بڑے کاہن کی آواز ہال میں گونجی۔ ''نہ جھکنے والے ہر غیر وفادار کو سر قلم کر دیا جائے گا۔'' اوہاما کی کڑک دار آواز پھر سنائی دی اور اچانک ایک ساتھ سینکڑوں سر ایک حقیر ترین مخلوق کے سامنے جھک گئے۔ اوہاما مسرت سے اچھل پڑا۔

''اے مرحوم ارکانو، تیری رعایا آج بھی تیری وفادار ہے۔'' اس کی آواز مسرت سے لرز رہی تھی۔

''یور میجسٹی ماؤنچی۔'' اوہاما نے بلی کی طرف مسکرا کر دیکھا اور اپنا بھی سر جھکا دیا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت دربار رہال کی پشت والی شاہی آرام گاہ میں شاہی خاندان کے تمام دوسرے افراد ایک خطرناک سازش میں مصروف تھے۔ مقدس بڑے کاہن اوہاما کو ختم کر دینے کی سازش۔

Akram Allahabadi

''اب بھی جسے شاہ کی وصیت سے سرتابی کی جرأت ہو سامنے آجائے۔''اوہاما نے مزید امتحان لینے کے لیے پھر ایک بار دربار کو للکارا۔لیکن سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔رعایا پہلے ہی اپنے محبوب بادشاہ کی وصیت کے احترام میں سر جھکا چکی تھی۔شاید وصیت کے الفاظ سب کو یاد تھے۔یہ ان کی وفاداری کا امتحان تھا۔

اور خان خود بھی اس وقت کے حالات کو کافی حیرت ناک سمجھنے پر مجبور تھا۔وہ قطعی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔لیکن اچانک دربار کے ایک کونے سے ایک آواز اٹھی۔

''یہ شاہ لامدوس کی بلی نہیں ہے۔ان کی بلی کی لاش کے ساتھ شاہراہ کے چوراہے پر لٹک رہی ہے۔''اور تمام درباریوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔وہ ایک دہرے بدن کا تن درست آدمی تھا۔

''الگنی کا شہزور۔''خان زیرِلب بڑبڑایا۔

بڑے لاما کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔وہ اچانک خوف ناک نظر آنے لگا اور جیسے ہی اس کا دایاں ابرو ہلا،ایک سیکورٹی آفیسر کی بندوق سے ایک شعلہ نکلا اور الگنی کا شہزور دھڑام سے زمین پر آگرا۔گولی اس کے سینے پر پڑی تھی۔

''اور کوئی؟''اوہاما پھر گرجا۔مگر سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔

اس وقت ہال کے داخلی دروازے میں کچھ شور سا ہوا اور خان بھی چونک پڑا۔پہلے دو مسلح لامدوسی محافظ اندر داخل ہوئے،ان کے پیچھے چار سفید پوش کنیزیں ہاتھوں میں پھول لیے چلی آرہی تھیں۔سارے درباری آپ سے آپ اٹھ کھڑے ہو گئے۔ان کنیزوں کے پیچھے چند قدم کے فاصلے سے ایک حسین ترین مخلوق،ایک حوروں جیسی صورت والی عورت تھی،ہلکے گلابی چمک دار لباس میں ملبوس،وہ اداس اور آہستہ چل رہی تھی۔آنکھیں فرطِ غم سے ڈبڈبائی معلوم ہوتی تھیں۔بڑا کاہن اسے دیکھ کر سیڑھیوں سے اتر گیا۔وہ شکل وصورت سے سفید نسل کی معلوم ہوتی تھی۔

''ہر میجسٹی۔''تمام درباریوں ے منہ سے نکلا اور لابی کے درباری سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ملکہ کے پیچھے ایک سنہری خوب صورت پوشاک میں گوئیما کی بھتیجی موگارو کی بیٹی اور بالے کی زبردستی کی منگیتر ثمینہ تھی اور اس کے پیچھے ابراہیم اور اس کے دوسرے ساتھی۔

درباریوں کے چہرے مسرت سے اس وقت کھل اٹھے تھے۔ملکہ جیسے ہی تخت کے نزدیک پہنچی، بلی اسے دیکھتے ہی میاؤں میاؤں چیختی دوڑ پڑی۔ملکہ نے اسے اٹھا کر سینے سے لگالیا۔اس کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک رہے تھے۔

خان حیران تھا کہ یہ کیا راز ہے۔اسے اوہاما نے اس ملکہ نما عورت کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا۔

''بڑا افسوس ہے، ملکہ، کہ شاہ ارکانو ہم میں نہیں رہے، لیکن انھوں نے مرتے مرتے بھی آپ کی ضد پوری کردی۔''بڑے کاہن نے ملکہ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہنا شروع کیا۔''ان کی وصیت کے مطابق آپ کی بلی کو تخت پر بٹھایا جاچکا ہے۔''کاہن نے بتایا۔

''تو پھر وہ بلی کون تھی جس کی لاش چور ہے پر لٹکائی گئی ہے؟''

''ہندوستان کے ایک عقل مند سراغ رساں نے کلکتے سے ایک کی دو بلیاں کرلی تھیں، جن میں سے ایک کالی رنگ دی گئی تھی، دوسری سنہری۔جو بلی گفتار کے ہاتھ لگی ہے وہ آپ کی بلی نہ تھی۔وہ لاش اسی کی ہے۔''اوہاما نے بتایا۔

''یہ تو میں ماؤنچی کے دوڑتے ہی سمجھ گئی تھی۔''ملکہ نے کہا۔''مگر میرے شاہ...؟''اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر پوچھا۔''وہ...وہ...واقعی مجھ سے سچی محبت کرتے تھے۔''

''آپ نے اتنی کڑی شرط رکھی تھی اپنی محبت کی کہ انھیں اپنی جان کی قربانی دینی پڑی۔''

''کیا مطلب؟''ملکہ نے چونک کر پوچھا۔

''آپ نے اپنی نازوں کی پالی بلی کو تخت پر بٹھا کر شاہ کو اپنے پاس بلایا تھا نا، لیکن

لامدوس کے تخت پر صرف اسی وقت کوئی بیٹھتا ہے جب پہلا بادشاہ مرجائے۔'' بڑے کاہن نے بتایا۔

''ایں...'' وہ اچھل پڑی۔''تو کیا شاہِ لامدوس...؟'' کہتے کہتے آواز اس کے حلق میں اٹک گئی۔

''لوگ کہتے ہیں آپریشن بگڑ گیا تھا، مگر دل کہتا ہے کہ انھوں نے اپنی محبت کے آخری ثبوت میں آپ کی ضد کی خاطر خود اپنی جان دے دی۔'' کاہن نے بتایا۔

وہ اتنی آہستہ گفتگو کر رہے تھے کہ صرف خان، بالے اور ملکہ کے پیچھے کے لوگ ہی ان کی گفتگو سن پاتے تھے۔ درباریوں کو تو صرف لب ہلتے نظر آرہے تھے۔ خان کی سمجھ میں اب یہ عجیب وغریب کہانی آنے لگی تھی۔

''اف میرے خدا، کیا غضب ہوگیا۔ مجھے کیا معلوم تھا اس ضد کی قیمت۔'' ملکہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

''دربار رہے، واجب الاحترام ملکہ۔'' اوہاما نے اسے ٹوکا۔ اور وہ پھر سنبھل گئی۔

''ماؤنچی کے گلے میں پڑے ہوئے پٹے کو کھولیے۔'' وہ بولا۔ اور ملکہ نے جیسے ہی پٹے کو کھولا، اندر کی طرف اس میں باریک باریک بٹن نظر آئے۔ انھیں کھولتے ہی اندر سے ایک باریک کاغذ نکل آیا۔ اس پر کچھ عبارت لکھی تھی، وہ ملکہ نے پڑھ کر کانپتے ہاتھوں سے کاہن کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا:

ایلی، تمھیں اب تک میری محبت پر یقین نہیں۔ لو میں تمہاری چھوٹی سی ضد پوری کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیے دیتا ہوں۔ اب تم زندگی بھر میرے لیے آنسو بہاؤ گی۔ تم نے اتنی سی ضد کی خاطر مجھ سے دور رہ کر مجھے بھی تو بہت رلایا ہے۔ یہ تاج وتخت بھی تمہارا ہے۔ میری آخری خواہش ہے کہ تمہاری بلی کی تخت نشینی کے بعد اسے سنبھال لینا، ورنہ تخت پر تمھیں نہ پا کر میری روح بہت بے چین رہے گی، لیکن اگر میں پھر بھی تمھیں عزیز رہا تو وصیت

میں ایک بادشاہ کے لیے جو کچھ میں نے لکھا ہے، اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ اس کے بغیر لامدوسی تمہیں قبول کر لیں گے۔ خود مقدس کاہن اوہاما تمہاری امانت تمہارے سپرد کر دیں گے۔

خط کو پڑھنے کے بعد ملکہ دانتوں سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔

''میں تو سمجھی تھی کہ وہ ہندوستان میں اپنا علاج کرا رہے ہیں اور اسی لیے ماؤنچی کی تخت نشینی کی خبر سن کر میں فوراً آ گئی تھی۔'' ملکہ نے تخت کے قریب کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے مری ہوئی آواز میں کاہن سے کہا۔

''شاہ کی لاش کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ ان کی زبانی خواہش پر ہندوستان میں ہی سپرد خاک کر دی گئی ہے۔ انھوں نے کہا تھا، میں نے ہمیشہ کے لیے اب وطن بدل لیا ہے۔''

ان کی گفتگو دربار والے نہ سن سکے، لیکن چند منٹوں کے بعد ہی ملکہ کو شاہ کی آرزو کے مطابق تخت پر بٹھا دیا گیا۔ لامدوسی جیسے اسے پہلے سے جانتے تھے، وہ اس کی واپسی پر مسرور نظر آ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

رازہائے درون پردہ

''میرے ساتھی کہاں ہیں؟''خان نے اوہاما کے دربار سے لوٹتے وقت اسی کی کار میں بیٹھتے بیٹھتے دریافت کیا۔

''وہ گفتار کی نگرانی کر رہے ہیں، تا کہ وہ کسی طرح آزاد ہو کر دربار ہال نہ آ پہنچے، ورنہ مفت میں اور شر فساد پھیلتا۔''اوہاما نے بتایا۔

''تو کیا یہاں کی پولیس اس کو قابو میں نہیں رکھ سکی تھی؟''بالے نے پوچھا۔

''اس کے بارے میں پولیس پر بھی پوری طرح بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بہت چالاک آدمی اور یہاں اس کے معتقد مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔''اوہاما بولا۔

ابراہیم، ثمینہ اور موگارو پچھلی کار میں تھے۔ جب وہ بڑے چوراہے پر پہنچے تو یہاں سے گوئیما اور بلی کی لاش ہٹائی جا چکی تھی اور گوئیما کو آخری منزل تک پہنچانے کے لیے سرکاری تیاریاں ہو رہی تھیں۔

''یہ آپ لوگ کہاں غائب ہو گئے تھے آخر؟''ابراہیم نے موگارو سے پوچھا۔

''میں تو اس سیاہ بلی کو جو دراصل کالے پاؤڈر سے رنگی ہوئی ماؤنچی تھی، لے کر خود اوہاما کے ساتھ چلا گیا تھا اور سپرنٹنڈنٹ خان صاحب اپنے پروگرام کے مطابق نقلی بلی لے کر اس راستے سے تم لوگوں کے ساتھ آئے تھے۔''موگارو نے بتایا۔''تا کہ سازشی گفتار کے آدمیوں کی توجہ ان کی طرف رہے اور یہاں شاہ لامدوس کی وصیت پوری کرنے کے انتظامات بآسانی مکمل کر لیے جائیں۔ دراصل یہ گفتار کی بہت بڑی شکست تھی۔''موگارو نے بتایا۔

''لیکن یہ بلی کا معاملہ اتنا پراسرار کیوں بنا دیا گیا؟''ابراہیم نے پھر اس سے سوال کیا۔

Akram Allahabadi

''دراصل یہاں کے لوگ شاہ لامدوس پر اندھا دھند اعتقاد رکھتے تھے اور شاہ تھے بھی ایسی ہی شخصیت ۔ان کا حکم دیوتا کا حکم مانا جاتا تھا۔اور گفتار نہیں چاہتا تھا کہ بلی کی تخت نشینی کے بہانے ملکہ دوبارہ تخت پر واپس آجائیں ۔کیوں کہ اس طرح وہ اپنے کٹھ پتلی شہزادے مرسیانو کو تخت پر نہیں بٹھا سکتا تھا۔''

''تو ملکہ کیا تخت چھوڑ کر چلی گئی تھیں؟''

''یہ ایک لطیفہ ہے اور واقعی تعجب خیز جس کا راز پہلے صرف مقدس اوہاما کو معلوم تھا اور کل ہی مجھے بھی معلوم ہوا ہے ۔دراصل ملکہ بڑی نازک مزاج اور جذباتی عورت ہے ۔شاہ سے اس نے شاہ کی محبت کو آزمانے کے لیے یہ عجیب سی ضد کی تھی کہ اس کی بلی کو کم از کم ایک دن کے لیے تخت نشین کیا جائے تا کہ ملکہ کالوہا مان لیا جائے کہ وہ چاہے تو اپنی بلی کو تخت پر بٹھا سکتی ہے۔''موگا روبتانے لگا۔ثمینہ بھی حیرت و دل چسپی سے اس داستان کو سن رہی تھی جو الف لیلےٰ کے کسی بادشاہ کی کہانی سے کم نہ تھی۔

''پھر؟''ابراہیم نے پوچھا۔

''شاہ جانتے تھے کہ بادشاہ کے ہوتے ہوئے تخت پر خود ملکہ بھی نہیں بیٹھ سکتی۔اس لیے انھوں نے اسے سمجھانا چاہا،مگر ملکہ اسے شاہ کا انکار سمجھتے ہوئے اس سے روٹھ کر بورینو چلی گئی تھی ۔شاہ ارکانو کو اپنی ملکہ سے اتنی محبت تھی کہ بالآخر اس کا ثبوت دینے کے لیے یا شاید جذبات کی شدت سے بے قابو ہو کر انھوں نے اس کی ضد پر خود کو قربان کر دیا۔''

''اوہ،مجھے افسوس ہے،میں ملکہ لامدوس کے بارے میں کہہ رہا تھا۔''

''ہم لامدوسی شاہ لامدوس اور ملکہ کا بہت احترام کرتے ہیں۔''موگا روبولا۔

اس وقت تک ان کی گاڑیاں ایک شان دار چینی طرز کی محل نما عمارت کے احاطے میں داخل ہو چکی تھی ۔گاڑیوں سے اتر کر آگے پیچھے وہ اس عمارت کے بڑے ہال میں داخل ہو گئے ۔یہاں سادا لامدوسی لباس میں اوہاما کے خدام باادب کھڑے تھے۔اوہاما نے اپنی زبان

میں ان میں سے ایک سے کچھ پوچھا جس کا جواب اس نے اثبات میں دیا۔پھر ایک زینے کے ذریعے اوپری منزل پر جا کر وہ ایک شان دار کمرے میں بیٹھ گئے۔اوہاما انھیں یہاں چھوڑ کر اندر گیا اور اپنے ساتھ اسرار اور رؤف کو لے آیا۔ان کے ساتھ ہی ایک لمبوترے چہرے کا قوی الجثہ ادھیڑ عمر آدمی بھی تھا جس کی آنکھیں بوڑھے گدھ کی طرح خوف ناک اور چمکیلی تھیں۔

''یہ رہا لامدوس کا وہ خوف ناک سازشی جو اگر آپ نہ آتے تو شاید اب بھی زیرِ نقاب رہتا۔''اوہاما نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اسے آگے کی طرف دھکیل دیا۔

''اور اس کے دوسرے ساتھی؟''

''میں نے انھیں جیل پہنچا دیا ہے۔''اوہاما نے بتایا۔

''تو پھر اسے بھی وہیں پہنچوا دیجیے۔''خان ہنس کر بولا۔

''ہاں۔میں اب اسے ساحلی علاقے کی اس مضبوط جیل میں بھیج رہا ہوں جہاں سے یہ زندگی بھر نہ نکل سکے گا۔''

اوہاما نے یہ کہہ کر اپنے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ اسے دھکیلتے ہوئے پھر اندر لے گئے۔وہ جاتے جاتے بھی خان کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

اوہاما ان سے چند منٹ کی اجازت لے کر پھر اندر چلا گیا۔ابراہیم اور ثمینہ دونوں اس گامن دیوتا کے بت اور لوگوں کی گم شدگی کا راز جاننے کے بری طرح بے چین تھے۔اوہاما کے ہٹتے ہی وہ پوچھ بیٹھے۔

''بھئی،بالے سے سن لو سب۔میں تو تھکا ہوا ہوں کافی۔''یہ کہہ کر اس نے گدے دار نشست پر پیر پھیلا دیے۔

''آپ ہی فرمایے۔''ثمینہ بالے کی طرف متوجہ ہوئی۔''آپ کی تو روح آئی تھی ندمیرے پاس۔میں تو واقعی ڈر گئی تھی۔''

''آپ تو روئی بھی تھیں بہت سا؟''

''جی ہاں، مگر آپ کے لیے نہیں، اپنے باپ کے لیے۔'' ثمینہ نے بات بنا دی۔

''خیر سنیے، خلق خدا کا ملک بادشاہ کی... یعنی کہ آغاز ہوتا ہے دستانِ اول درویش کا...''

''سنا ڈالو سیدھے سیدھے، کیوں پریشان کر رہے ہو بچوں کو۔'' خان نے ہنس کر بیچ میں لقمہ دیا۔ اس کا اشارہ ثمینہ کی طرف تھا۔

بہر حال دس نخروں کے بعد بالے نے بتایا۔ جب خان اور وہ گامن دیوتا کے دیو پیکر بت کے پاس تنہا رہ گئے تھے تو پیچھے کی سمت سے دونوں نے اس بت کو ٹٹولنا شروع کیا۔ انھیں اس کے منہ سے نکلی ہوئی آواز سے شبہ ہو چکا تھا، مگر جب کچھ نہ ملا تو دونوں وہیں بت کے سامنے ایک چٹان کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جب ہر طرف بالکل ویرانی چھا گئی، کسی طرف سے ایک کار آ کر اس بت کے سائے میں بالکل اس کے پیروں کے پاس رکی اور وہ اس وقت حیران رہ گئے جب اس دیوتا کے مجسمے کے سینے کے حصے میں ایک کھڑکی پیدا ہو گئی اور ایک آدمی نے سر نکال کر باہر جھانکا۔ کھڑکی پھر بند کر لی گئی اور وہ موٹر پیچھے ہٹ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ اس کے فوراً بعد ہی اس بت کے سامنے کی زمین جس پر نقلی گھاس اگی ہوئی ہے، نیچے کی طرف دبنا شروع ہو گئی اور اندر کی طرف چند سیڑھیاں نظر آنے لگیں۔ یہ دیکھتے ہی کار میں سے دو آدمی اترے اور ان سیڑھیوں کے ذریعے اندر اتر گئے۔ اس کے بعد وہ زمین پھر اوپر اٹھ کر برابر ہو گئی اور کار واپس چلی گئی۔ یہ یاد رکھتے ہوئے کہ کار سے اترنے والوں نے شنکو شنکو کی آواز منہ سے نکالی تھی تب اوپر سے کھڑکی کھلی تھی، خان نے بھی وہی آواز کچھ دیر بعد بت کے پیروں کے پاس کھڑے ہو کر لگائی۔ اس بار بھی اس آدمی نے بت کے سینے کی کھڑکی کھول کر نیچے جھانکا اور کیوں کہ خان اور بالے بھی ساحلی لامدوسیوں کے لباس میں تھے، اس لیے زمین اسی عمل کے ساتھ نیچے دھنسنا شروع ہوئی اور دونوں نیچے اتر گئے۔''

''اس وقت اتفاق سے اس جگہ کوئی نہ تھا، اندھیرے میں ہاتھ پیر مارنے کے بعد بالآخر انھیں ایک تنگ و تاریک سرنگ کا راستہ مل گیا، جس میں اندھا دھند چلتے ہوئے وہ ایک

جھیل یا تالاب کے کنارے جا پہنچے۔ یہاں پہلے سے ایک کشتی کھڑی تھی۔ خان نے اندازے سے کام لیتے ہوئے بلا کسی گفتگو کے لاپرواہی سے کشتی میں چھلانگ لگا دی اور بالے بھی اس کے پاس جا بیٹھا۔ وہ دونوں آپس میں اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے کشتی والے کو راستہ خود ہی معلوم ہو۔ یہ جھیل چاروں طرف سے پہاڑی ٹیلوں اور خاردار جھاڑیوں سے گھری ہوئی تھی۔ کشتی والے کو بھی ان پر کوئی شبہ نہ ہوا اور اس نے انھیں جھیل کے ایک غار نما کٹاؤ کے پاس اتار دیا۔ یہاں پھر وہ کھڑے اس وقت تک گفتگو کرتے رہے جب تک کہ کشتی والا لوٹ نہ گیا۔ لامدوسی اور خصوصاً یہ زمین دوز مقامات ان کے لیے بالکل نئے تھے، پھر بھی وہ محض اندازوں سے کام لے رہے تھے۔ خان کو خود گفتار کا پتا چلانا تھا کیوں کہ ان کے مشن کی تکمیل کی راہ میں وہی سب بڑا کانٹا تھا۔

ابھی وہ غار کے دروازے پر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ اندر سے ایک آدمی نکلا۔ وہ کافی غصے میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے باہر آتے ہی انھیں غور سے دیکھے بغیر اپنی زبان میں انھیں زور سے ڈانٹا۔ جس کے جواب میں دونوں نے مسخرے پن سے گردن اثبات میں ہلا دی اور اس کا نہ جانے کیا مطلب ہوا کہ وہ دونوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اندر گھس گیا۔

یہ غار کا دروازہ نہیں تھا بل کہ ایک زمین دوز گٹر رہی ہوگی جو غالباً صرف برسات کے دنوں میں کام آتی ہوگی۔ اس کے ذریعے وہ بآسانی اس آدمی کے پیچھے کافی دور تک چلتے رہے۔ پھر جب انھیں روشنی نظر آئی تو اب وہ ایک خشک جھرنے کے ڈھلوان پر کھڑے تھے جس کے کنارے کنارے اوپر تک پتھریلی سیڑھیاں تھیں اور ایک محراب نما بہت چوڑا دہانہ تھا جس میں سے بہہ کر پانی نیچے گرتا ہوگا۔ اس محراب سے اوپر سے ایک سڑک گزر رہی تھی جو بالکل سونی پڑی ہوئی تھی۔ اس سڑک کو عبور کرتے ہی گھنی جھاڑیوں کی فینسنگ کے بعد ایک پرانا سا کافی بڑا دو منزلہ چینی ساخت کا مکان تھا۔ انھیں اسی عمارت کے احاطے میں داخل ہونا پڑا اور جیسے ہی وہ آدمی اس عمارت میں داخل ہوا، خان اور بالے دوڑ کر عمارت کے باہر سے اوپری

منزل کی طرف جانے والے زینے کے نیچے چھپ گئے۔چند منٹ کے بعد انھیں اوپر سے بہت سے قدموں کی چاپ سنائی دی اور اس کے بعد ہی زینے سے تین آدمی نیچے اتر آئے۔ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول اور دو کے ہاتھ میں ننگے خنجر تھے۔غالباً وہ لوگ ان دونوں کو ہی تلاش کر رہے تھے۔سب سے پہلے وہ ان جھاڑیوں پر ٹوٹے اور خان اور بالے موقع پا کر عمارت کے پچھلے حصے کی طرف کھسک آئے۔جھاڑیاں دیکھ ڈالنے کے بعد جب وہ عمارت کے پچھلے حصے کی طرف آئے تو خان اور بالے دوسری طرف سے ہو کر خود جھاڑیوں میں جا گھسے۔ ان آدمیوں کو بہر حال تلاش میں ناکامی ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆

"بھئی،مختصر کرو اپنی داستان،تم تو الف لیلیٰ کی کہانی لے بیٹھے۔"خان نے دور سے ٹوکا۔

"میں نے خود اسے ڈاکیومینٹری بنا دیا ہے،قبلہ۔"یہ کہہ کر بالے پھر آپ بیتی میں الجھ گیا۔

اس نے بتایا کہ محتاط انداز سے چھپ کر اس عمارت کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دراصل یہی گفتار کا ہیڈ کوارٹر ہے اور اندر موجود آدمی جو دو اجنبیوں کے غائب ہو جانے پر اپنے آدمیوں پر بگڑ رہا تھا،کا رنا تھا۔ان لوگوں کی گفتگو سے پتا چلا کہ وہ کوئی خفیہ سازش کے ذریعے لامدوس کی حکومت کا تختہ الٹ کر کسی شہزادے بارسیانو کو تخت پر بٹھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔خان اکیلا وہیں نگرانی کے لیے رہ گیا اور بالے اسکیم کے مطابق کسی سب سے قریبی لامدوسی پولیس اسٹیشن کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔لامدوس کی پولیس معمولی نوعیت کی اور سیدھی سادا تھا۔اس کا کام زیادہ تر جھگڑوں کو نپٹانا اور سرکاری احکام کی تعمیل کرنا ہوتا۔پولیس اسٹیشن اسے دو تین میل کے فاصلے پر مل گیا۔مگر بدقسمتی سے وہ لامدوسی زبان نہ سمجھ سکتا تھا نہ بول سکتا

تھا۔ یہاں اسے کافی دیر ایک ایسے آدمی کا انتظار کرنا پڑا جو انگریزی یا ہندوستانی زبان جانتا ہو۔ وہ اشاروں میں بھی کچھ نہ کچھ گفتگو کر سکتا تھا، لیکن بے سمجھے بوجھے ایک سازشی دور میں غیر مانوس پولیس پر بھی اس طرح بھروسا کر لینے میں وہ ہچکچا رہا تھا۔ حسنِ اتفاق سے غروبِ آفتاب کے بعد جو آدمی پولیس اسٹیشن پر اس کی نظر پڑا، وہ انگریزی جانتا تھا اور ہندوستانی بری افواج کی مدد سے نصب کردہ ایک بیٹری سسٹم سے چلنے والی ٹیلی فون لائن کے پرانے وضع کے فون پر وہ خود موگارو کو انگریزی زبان میں یہ مطلع کر رہا تھا کہ جن لوگوں کو تلاش کیا جا رہا ہے وہ ابھی تک نہیں ملے۔ بالے خموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا۔ وہ کوئی با اثر آدمی تھا، کیوں کہ لامدوسی پولیس کے آدمی اسے دیکھ کر گھبرائے ہوئے تھے۔ اس کے باہر نکلتے ہی بالے نے اسے روک لیا اور انگریزی میں اس سے گفتگو کرتا ہوا اسے ایک طرف لے گیا۔ یہ یقین کر لینے کے بعد کہ موگارو کا آدمی ہے، بالے نے اسے بہت کچھ بتا دیا۔ وہ گفتار کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں سنتے ہی اچھل پڑا حیرت سے، اور واپس پلٹ کر ٹیلی فون پر سب سے پہلے موگارو کو خبر دی۔ اس کے بعد اس نے اس مقام کی پولیس کو بھی تیار ہو جانے کا حکم دیا۔

تقریباً دس پندرہ منٹ کے بعد ہی کسی قریبی مقام سے وہ پرانی سی لاریوں میں اور مسلح پولیس آ پہنچی۔ اور بالے کی معیت میں ان لوگوں نے پہنچ کر ان جھاڑیوں میں چھپی عمارت کو گھیر لیا۔ یہ تمام کاروائی اتنی خموشی اور اطمینان سے ہوئی کہ راہ چلتوں کو بھی شبہ نہ ہو پایا۔ وہ مقام جہاں گفتار کا ہیڈ کوارٹر تھا، آبادی سے علاحدہ اور ایسی گزرگاہ پر واقع تھا جس پر ٹریفک بند تھی، کیوں کہ آگے یہ سڑک ایک پُل کے منہدم ہو جانے کی وجہ سے بند کر دی گئی تھی اور ایک ندی سے آب شار کے ذریعے کاٹ کر نکالا جانے والا پانی ہر برسات میں اس پُل کو توڑ ڈالتا اس لیے اسے ایسا ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔

بالے کے پاس پہنچتے ہی خان نے بتایا کہ ابھی دو آدمی یہاں سے ایک لاش، جو نہ جانے کس کی تھی اور سفید کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، لے کر گئے ہیں۔ اس کے فوراً بعد ہی جب

خان نے رات کے اندھیرے میں بلی کی طرح دبے قدم رکھتے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر ایک روشن دان سے جھانک کر اندر دیکھا تو یہاں بڑا حیرت ناک منظر تھا۔ نہ جانے کس طرف سے دو قیدی لائے گئے تھے اور انھیں موت کا نشانہ بنایا جانے والا تھا۔ خان ان کی شکلیں دیکھتے ہی چونک پڑا۔ یہ اسرار اور رؤف تھے۔ مگر عین اسی وقت باہر کسی کار کے رکنے کی آواز سنائی دی، پھر بھاری قدموں کی چاپ۔ اور اسی کے ساتھ اس وسیع کمرے میں ان سب کا سردار لمبوترے چہرے والا خوفناک آدمی گفتار وہاں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی وہ سب کھڑے ہو گئے۔ اس نے رؤف اور اسرار کو غور سے دیکھنے کے بعد اپنے آدمیوں کو منع کر دیا کہ سردست ہمیں ہندوستانیوں سے دشمنی مول نہیں لینی ہے، اگر ان آدمیوں کو ختم کیا گیا اور ہندوستانی بحری فوج کے آدمیوں کو کسی طرح خبر ہو گئی تو مصیبت آ جائے گی، لیکن اسی وقت کارنا کے الفاظ سے پتا چلا کہ جس آدمی کی لاش لے جائی گئی ہے وہ بدنصیب گوئیما تھا جسے کارنا کے حکم ہی سے مار دیا گیا تھا۔ گفتار اور اس کے آدمی گفتگو انگریزی میں کرتے تھے تا کہ لامدوس کے لوگ ان کی باتیں اگر کہیں سے چھپ کر بھی سنیں تو سمجھ نہ سکیں۔ اور ٹھیک اسی وقت جب گفتار کے حکم سے اسرار اور رؤف کو کہیں لے جایا جانے والا تھا، خان کے سگنل دیتے ہی لامدوی پولیس کے آدمی اور بالے چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شاید گفتار کے آدمی مقابلہ کرتے ہوئے فرار کی کوشش کرتے، مگر خان نے اوپر سے ہی انھیں پستول سیدھی کر کے للکار دیا کہ اگر کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو گولی مار دی جائے گی۔ اس پر بھی وہ اس دھمکی کی پرواہ زیادہ نہ کرتے مگر ان میں سے ایک آدمی کے حرکت کرتے ہی خان کے پستول سے نکلنے والی ایک گولی نے اسے وہیں ڈھیر کر دیا اور وہ سمجھ گئے کہ وہ کسی ماہر نشانہ باز کی زد میں ہیں۔

چناں چہ اس طرح راتوں رات لامدوس کے ان خطرناک آدمیوں کو گرفتار کر کے بڑے کاہن اوہاما کے پاس پہنچا دیا گیا اور تخت لامدوس کو زیر و زبر کرنے کی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔

قصہ تمام کرتے ہوئے بالے نے اب ثمینہ کی طرف رخ کیا۔ ''تم اپنی سناؤ اب؟''

''مگر وہ تمہاری روح کیسے آئی تھی؟''

''وہ میں ان لوگوں کی گرفتاری سے پہلے اور پولیس کو خبر کرنے کے بعد اس وقفے میں چلا آیا تھا جب مقدس اوہاما کا آدمی مزید پولیس کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔''

''تو کیا وہ جگہ قریب تھی؟''

''صرف چار پانچ میل کے فاصلے پر۔ اور میں ان کی پولیس کی ایک کھٹارہ گاڑی لے کر آیا تھا۔'' بالے نے بتایا۔

''پھر چھوڑ کر بھی چلے گئے؟''

''چھوڑ کر؟ ارے تم لوگوں کے لیے وہ پولیس ہم نے ہی تو بھیجی تھی جو تمہیں پاسی کے وہم پرستوں سے بچا کر لائی۔'' بالے نے بتایا۔

''صاحب، یہ منحوس ستارے والا معاملہ کیا تھا؟'' اسرار نے خان سے پوچھا۔

''محض گفتار کا ایک سازشی اشارہ۔ اس رات مقدس اوہاما کو قتل کرنے کی سازش کا سگنل تھا جو گفتار کے ان ساتھیوں نے دیا تھا جو اس کی گرفتاری سے بے خبر بت کے پیٹ میں لیٹے ہوئے تھے۔'' خان نے بتایا۔

''تو وہ بت گویا ان کا آلۂ کار ہے۔'' اسرار نے کہا۔ ''کاغذی سرخ۔''

''ہاں۔ اسی میدان سے ایک پتنگ اڑائی جاتی تھی جس میں ستارہ نما خول میں بند ایک چھوٹی سی موم بتی اس طرح رکھی رہتی تھی کہ اس کا دھواں اوپر کی طرف نکل جائے، لیکن اسے کسی طرف سے ہوا نہ لگے تاکہ بجھنے نہ پائے۔'' خان نے اسے سمجھایا۔ ''کافی چالاک تھے وہ لوگ بھی۔''

''لامدوسیوں کے لیے تو حیرت انگیز افسانوں کی کمی نہیں۔''

''تو اس بت کا اب کیا ہوگا؟'' ثمینہ نے بھولے پن سے پوچھا۔

Akram Allahabadi

’آج ہی ہماری نیوی کا ڈکوٹا ایک چھوٹا سا بم گرا کر اس کے ٹکڑے کر دے گا۔اس طرح لامدوس والے خود اس کے اندر کا پول دیکھ لیں گے۔‘‘خان یہ کہہ ہی رہا تھا کہ کاہن اوہاما آ پہنچا۔

’’آپ لوگوں کے لیے لامدوس سے گزرنے والے ایک پولستانی جہاز کو پرسوں یہاں روک لیا جائے گا۔وہ ہمارے جزیرے سے ہاتھی دانت کا کچھ سامان خریدے گا اور یہ جہاز کسی اسٹیمر کی بہ نسبت زیادہ آرام دہ ثابت ہوگا۔میں نے ساحلی علاقوں کے ٹریڈ ایجنٹ کو اطلاع کر دی ہے۔‘‘اوہاما نے بتایا۔

’’اور یہ دو دن؟‘‘خان مسکرایا۔

’’لامدوس تفریح کے لیے بہترین مقام ہے۔اور آپ تو اب شاہی مہمان ہیں۔‘‘وہ مسکرایا۔

’’جیسی آپ کی مرضی،لیکن کیبل کے ذریعے آپ حکومتِ ہند کو پہلے اطلاع دے دیجیے کہ آپ کی امانت سلامتی کے ساتھ اب تک پہنچ چکی ہے اور سب کچھ ٹھیک ہے۔‘‘خان نے فرمائش کی۔

’’آپ کے کہنے سے پہلے میں بے شمار شکریے کے ساتھ کیبل بھیج چکا ہوں۔‘‘اوہاما نے بتایا۔

’’آپ کا کیا خیال ہے اب؟‘‘بالے نے آہستہ سے ثمینہ سے پوچھا۔موگا روانھیں آپس میں گفتگو کرتے دیکھ کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

’’میں آپ کے ساتھ ہندوستان چلوں گی۔‘‘وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔

’’ارے بابا،خدا کے لیے رحم کرو۔مجھے نوکری سے استعفےٰ دینا پڑ جائے گا۔‘‘

’’کیوں؟‘‘اس نے چیں بہ جبیں ہو کر پوچھا۔

’’ہمارے یہاں پولیس کی نوکری کا قانون ہے کہ صرف لنڈورے ہی وہاں ملازم رہ

سکتے ہیں۔"

"لنڈورے؟" ثمینہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، جن کی دم نہ ہو، یعنی کنوارے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" ثمینہ کو یقین نہ آیا۔

"یقین نہیں آتا تو میرے باس سے پوچھ دیکھو۔ یہاں اللہ کے فضل سے سب کنوارے ہیں اور یہ دو یتیم بچے..." وہ رؤف اور اسرار کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "یہ تو پچھلی سات پیڑی سے کنوارے چلے آرہے ہیں اور خدا نے چاہا تو اگلی سات پیڑھیوں کنوارے ہی رہیں گے۔" یہ الفاظ اس نے کسی قدر بلند آواز میں کہتا کہ رؤف اور اسرار سن لیں۔

"کیا ہمارا ذکرِ خیر ہو رہا ہے کچھ؟" رؤف نے پوچھا۔

"جی نہیں، میں اپنا ذکرِ خیر کر رہا تھا، آپ کیوں پھٹے میں ٹانگ گھسیڑ رہے۔" بالے نے پلٹ کر جواب دیا۔

"معنی سمجھاؤ اس جملے کے؟" رؤف نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"رہنے دو، بابا۔ میں بھی پڑھا لکھا ہوں۔" بالے نے دور ہی سے ہاتھ جوڑ لیے۔

"جاؤ معاف کیا، یاد رکھنا یہ احسان۔" رؤف نے یہ کہہ کر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے رخ دوسری طرف پھیر لیا۔

"یہ جونیئر پولیس کا کانگریسی لیڈر ہے۔" بالے نے منہ بناتے ہوئے ثمینہ سے کہا۔

"کانگریسی؟ یہ کیا ہوتا ہے؟"

"کیا کرو گی یہ پوچھ کر۔"

"بالے صاحب، میں سن رہا ہوں آپ کی قصیدہ خوانی۔" رؤف کی آواز پھر اسے ٹوکتی سنائی دی۔ خان اور موگارو اس وقت بڑے کاہن سے باتیں کر رہے تھے۔ اور ابراہیم بالے اور رؤف کی جھڑپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اسرار کو کوئی شغل نہ ملا تو وہ اپنی انگلیوں پر

Akram Allahabadi

گھنٹے، ہفتے اور مہینے گنتا رہا، یا شاید کوئی حساب کتاب ہو۔

''بھائی، میں آپ اپنی شان میں عرض کر رہا ہوں، تم کیوں بیچ بیچ میں انٹرویل کر دیتے ہو؟'' بالے نے یہ کہہ کر اس کی طرف پیٹھ کر لی۔

''تو پھر میرا کیا ہوگا اب؟'' ثمینہ معصومیت سے اس کے چہرے کو تکتی ہوئی سوال کر بیٹھی۔

''خدا نے چاہا تو اگلی برسات تک میں پولیس سے استعفے دے کر تمہارے پاس ہی آجاؤں گا۔''

''آؤ گے نا؟ ضرور...؟''

''حرام مونچھ کی قسم۔'' بالے نے دبی نظروں سے رؤف کی طرف دیکھ کر کہا، لیکن اس سے پہلے کہ رؤف کچھ بولے، وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اندر کھانا میز پر چنا جا چکا تھا۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi